بازیچہِ افکار

متفرق موضوعات پہ لکھی گی تحریریوں کا مجموعہ

نام کتاب: بازیچہِ افکار

موضوع: مجموعہِ تحاریر

مصنف: احمد فاطمی

نظرِ ثانی: سیدہ معصومہ فاطمہ

تدوین: سید شہروز حسین زیدی

نشرِ اول: جون ۲۰۲۰

قیمت: ۱۴۰ روپے

ناشر: قلم کارانِ سربکف پبلیکیشنز پاکستان

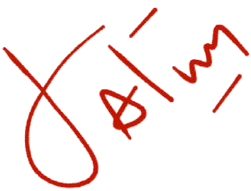
بسم الله الرحمن الرحيم

انتساب

ان قلم کاروں کے نام

جو حالات و واقعات کی گھٹن میں

ناشناختہ کھو گے



فہرست

تقریظ

حمدِ خدا اور، ثنائے محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد زیرِ نظر کتاب ایک ایسے مصنف کے قلم سے وجود میں آئی ہے، جن کا روزمرہ کا اندازِ سخن بھی صاحبانِ ذوق کے لیے لذت ونشاط کا سبب بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطق و بیان کی نعمات کے ساتھ ساتھ قرطاس و قلم کا اعزاز عطا فرمایا۔ اس لیے انسان کو چاہیے کہ اپنے تفکر کو محفوظ کرے تاکہ وہ نسلِ جدید کے لیے باعث بصیرت ہوں۔ دنیا کے تمام خطوں میں اہل عقل کے اذہان اس سوچ کی تجلی سے متجلی رہے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج انسان کے پاس ایک گراں بہا ادبی و قلمی سرمایہ موجود ہے، مصنفِ کتابِ ہذا چونکہ علم و قلم سے عرصے سے وابستہ ہیں اس لیے ادبی و تجزیاتی تفکر اور اسکا اظہار ہونا ایک طبعی بات ہے۔ تحریر انسان کے باطن کا آئینہ ہوتی ہے اور یہی اس کی خوبصورتی ہے۔ کتابِ ہذا مختلف حالات کے تحت وجود میں آنے والی تحریروں کا مجموعہ ہے جنکو مصنفِ محترم نے ایک قلیل عرصے میں لکھا، چونکہ یہ عصر ہماری سرزمین پہ قحط الرجال اور محرمِ راز انسانوں کی شدید قلت کا زمانہ ہے اور زندہ ضمیر و بیدار فکر انسانوں کے لیے ایسے زمانے انتہائی دردانگیز زمانے ہوا کرتے ہیں جب وہ اپنی اعلیٰ فکر کا کوئی محرم نہ پائیں اور ہر طرف فکرِ معاش میں گم مشینی موجودات کو دیکھتے ہوں، ایسے دردانگیز ماحول میں تحریر کی زبان

ایک نعمتِ الٰہیہ شمار ہوتی ہے، مصنف نے بھی اپنی سوچوں کو ایک خوبصورت پیرائے میں ڈھال کر موجودہ زمانے اور آنے والے زمانے کے انسانوں کو ایک قیمتی تحفہ پیش کیا ہے۔ مصنف کی ہمہ گیر شخصیت جو کہ بہ یک وقت مفکر، مدبر، مصنف، محقق، خطیب و تجزیہ کار ہیں اور لسانیات سے دینیات، ادبیات سے سماجیات، عقلیات سے عملیات تک ہر میدان میں نمایاں حیثیت سے نظر آتے ہیں، ان سے میری شناسائی کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا مگر مجھے اس بات کے اظہار میں کوئی باک نہیں کہ وہ ایک ساحرانہ اندازِ تخاطب و تحریر رکھتے ہیں اور انکے الفاظ خزاں رسیدہ اذہان و قلوب کے لیے بادِ صبا کا کام کرتے ہیں، جسکا تجربہ مجھے خود ذاتی طور پر بھی ہے۔ کتابِ ہذا میں انکی یہ ہمہ گیر شخصیت اور اوصاف بہت حد تک محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

اندازِ تحریر کی رنگارنگی، جدت اور گہرائی کا یہ حسین امتزاج ایک نئے اندازِ تحریر کو جنم دیتا ہے، جو آج کی Rock & Pop نسل کے لیے سہل بھی ہے اور فکر انگیز بھی۔ امید ہے کہ یہ سلسلہ جسکا آغاز بازیچہِ افکار ہے تسلسل سے جاری رہے گا اور نئی نسلوں کے لیے کتب بینی و تصنیف و تالیف سے معطل شدہ رشتے کی دوبارہ سے بحالی کی جانب ایک سنگِ میل ثابت ہو گا۔

والسلام علیکم، **سیدہ معصومہ فاطمہ**

مقدمہ

حمد ہے اس خدا کی جس نے انسان کو علم و بیان کی نعمت سے نوازا اور سلامِ عقیدت بارگاہِ ہادیانِ الٰہی میں جنکے طفیل انسان نے جہالت و جاہلیت سے نورِ علم کی جانب سفر کیا۔ اگرچہ قرطاس و قلم سے رشتہ بہت پرانا ہے، شاید جب میں جماعتِ نہم کا طالبِ علم تھا، تب سے ہی قلم کاری کی کوشش شروع کر دی تھی مگر وہ سب لقمہِ بے احتیاطی ہو گیا۔ زیرِ نظر کتاب سال ۲۰۱۹ اور ۲۰۲۰ میں لکھی گی ان تحریروں کا مجموعہ ہے۔ مختلف حالات و واقعات کے تحت لکھی گی یہ تحریریں جہاں راقم الحروف کی فکر کا آئینہ ہیں وہیں ان حالات کو مزید بہتر طور پر سمجھنے کی ایک کوشش بھی ہیں، جنکو اکثر اوقات ہم سرسری انداز سے گزار دیتے ہیں۔ حالانکہ مومن کی صفات میں سے ہے کہ مومن زمانہ شناس ہوتا ہے، الٰہی جہاں بینی کی بنیاد پہ مومن ایک واضح موقف رکھتا ہے۔ اس مجموعے کی ترتیب میں مکرمہ سیدہ معصومہ فاطمہ، مکرم سید شہروز حسین زیدی اور قلمکارانِ سربکف کے دیگر اراکین کرام کا بے حد شکر گزار ہوں، جنکے تعاون کے بغیر اسکی طباعت ممکن نہ تھی۔ دعا گو ہوں کہ خداوند متعال ہم کو آخری لحظے تک متعلم قرار دے۔

شکریہ

فاطمی

کل بھی اور آج

بھی!!!....

کل بھی مکہ میں ایسے لوگ تھے جو کہہ رہے تھے افضل عمل جانور کاٹنا ہے عین اسی وقت فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا امام حسین علیہ السلام کہہ رہے تھے

اے لوگو! اگرچہ حج ایک وقت میں عبادت تھا جانور کاٹنا عبادت تھا مگر آج حج کے لیے رکنا نہیں ہے، بلکہ دین کے تحفظ کے لیے حج کے تحفظ کے لیے اس سرزمین کو ترک کر کے میری اطاعت میں گلے کٹانا ہوں گے

مگر حجاج کرام نے کب مانا انکے مفتیان کرام کی نگاہ میں یہ توہینِ حج تھی اور تقاضائے عشق سر کے بال کاٹنے سے لے کر جانور کاٹنے تک محدود تھا جبکہ اس وقت یعنی ذوالحج 60 ہجری میں اسی حج کو اسی قربانی کو امام حسین علیہ السلام نے ممنوع قرار دیتے ہوئے سب کو اپنی اطاعت و نصرت کی دعوت دی تھی

آج بھی ایسا ہی ہے حفظِ مراتب کے ساتھ اگر تجزیہ کیا جائے تو عزاداری اگرچہ عبادت ہے اور شعائر عزا بھی مگر وقت کے زمان و مکان کے تقاضے کیا ہیں؟ انکی معرفت کیا ہے؟ ان پہ کیا حکم لاگو ہو گا؟ ان تمام سے قطع نظر کرتے ہوئے ایک بڑی تعداد بضد ہے کہ یہ جواب ہے یہ جواز ہے یہ حکم ہے یہ فتویٰ ہے یہ دلیل ہے اور انکے نزدیک یہی افضل ترین عبادت بہترین اظہارِ عشقِ امام حسین علیہ السلام ہے!

جبکہ دوسری جانب ایک شاگردِ کربلا فرزند سید الشہداء علیہ السلام اپنے آقا و مولا کی سنت کے عین مطابق صدا دے رہا ہے کہ وقت کے تقاضوں کو سمجھو، جو کرنے کا مرحلہ ہے وہ

کرو، اب دفاع اسلامِ ناب و دفاع مہدویت کا وقت ہے، ترویج کا وقت ہے، راہ حق میں سر کٹانے کا وقت ہے.

مگر دوسری جانب سے ویسی ہی صدائیں آتی ہیں، اگرچہ یہ 60 ہجری نہیں، حیران کن بات یہ ہے کہ یہ 60 ہجری میں ہوتے تو کیا ردعمل دکھاتے جبکہ آج تو غیر منصوص شعائر عزا میں سے ایک پہ حکم ولی فقیہ ہضم نہیں ہوتا جبکہ اس وقت تو نص سے ثابت حکم حج و قربانی پہ امام حسین علیہ السلام نے ایسا فرمان دیا تھا۔

اب بھی دعوت وہی ہے جو امام حسین علیہ السلام کی تھی 8 ذوالحج کو جو راہ حق میں اطاعت مولا میں "اپنا خون بہا سکتا ہے وہ ہمارا ہم رکاب ہو جائے".

اور باقیوں کا کیا ہو گا؟؟؟؟؟ یہ تو واللہ اعلم۔۔۔جنکو جاننا ہو وہ تاریخ کا تحلیلی مطالعہ فرمائیں۔۔۔۔

والسلام علی من اتبع الہدی

راہ حسینؑ ترک کرنے والو

61 ہجری سے 1441 ہجری تک راہ حسین ع ترک کرنے والوں،

نصرت حسین ع نہ کرنے والوں۔۔۔راہ حسین ع کے متبادل راہوں اور راہ حسین ع کے متوازی راہوں پہ چلنے اور امت کو چلانے والوں،

حسین ع ابن علی ع کو قیام ترک کرنے کے مشورے دینے والوں،

حسین ع ابن علی ع کی راہ میں روڑے اٹکانے والوں،

جمل، صفین، نہروان میں عذر شرعی کے بغیر علی ع کی نصرت نہ کرنے والوں،

قیام امام حسن ع میں امام مجتبی ع کا ساتھ نہ دینے والوں اور امام ع کو صلح پہ مجبور کر دینے والوں،

تضاد قول و فعل میں مبتلا لوگوں پہ۔۔۔متضاد راہوں کے تمام راہیوں پہ۔۔۔متضاد راہوں کے سفر کرنے والوں۔۔۔متضاد راہوں پہ سفر کروانے والوں۔۔۔متضاد راہوں پہ سفر کی ابتداء کرنے والوں۔۔۔راہ خدا و راہ غیر خدا کے تمام راہیوں پہ

وہ جو بھی ہوں ۔۔۔جہاں بھی ہوں۔۔۔ جس زمانے میں بھی ہوں

ان سب پہ اللہ کی، رسول ص کی، تمام ملائکہ و انبیاء و رسل و اوصیاء و اولیاء و عباد خدا کی جانب سے دنیا و آخرت میں لعنت ہو۔۔۔۔۔۔۔۔

سب بولو الہی امین بحق سیدنا محمد خاتم النبیین ص و آلہ طاہرین ع

سب سے بڑا خزانہ

قرآن مجید معارف کا سب سے بڑا خزانہ، افضل ترین کلام اور معاشرہ کی کج رویوں اورانحرافات کی اصلاح میں عمیق ترین بیان ہے۔

کمال وجامعیت قرآن کریم اس کی ایسی منحصر بہ فرد خصوصیت ہے جو جوامع بشری کی تمام ضرورتوں اور نیاز مندیوں لے لئے جواب گو ہونے کی مکمل قدرت وصلاحیت رکھتی ہے اوردنیاو آخرت کی سعادت وخوش بختی اپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔ درحقیقت تاریخِ بشر کے تمام اعصار وادوار میں دین مبین اسلام کی وسعت وجامعیت قرآن کریم سے ماخوذ ہے۔

}وَلا رَطْبٍ وَلا يابِسٍ إِلاّ في كِتابٍ مُبينٍ{

عقلی ونقلی براہین اور ادّلہ کی چھان بین سے واضح ہو جاتا ہے کہ بشریت کے موردِ نیاز تمام انسانی، تجربی، مادی اور معنوی علوم قرآن کے متعدد اور مختلف بطون میں پوشیدہ ہیں۔

}وَنَزَّلْنا عَلَيْكَ الْكِتابَ تِبْياناً لِكُلِّ شَيْءٍ{

یہ قطعی اور مسلم ہے کہ پیغمبر اسلام اور اہل بیت ع كي سنّت، مجتھدین کا اجتہاد اور ان کے علاوہ تمام احکام اسلام قرآنِ کریم سے الہام یافتہ ہیں اور ان کی بنیاد قرآنِ حکیم ہی ہے

}مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ{

علامہ طباطبائی تحریر فرماتے ہیں:

”قرآن کریم ہدایت وسعادت کے تمام لازم وضروري مطالب کا حامل ہے۔

قرآن کریم علوم و معارفِ الٰہی کا بیکران دریا، بے انتہا حقائق اور معارفِ الٰہی کے معدن کا عظیم خزانہ اور عالم امکان کے تمام معاشروں کی کجریوں کے درد دور کرنے کي دواء ہے۔

قرآن کریم بشریت کے موردِ نیاز تمام علوم و معارف کا سرچشمہ ہے، بالخصوص معاشرے کے مختلف فردی، اجتماعی، اور معاشرتی موضوعات سے لے کر فرد اور معاشرہ کی متقابل تاثیرات، اجتماعی دگرگونیوں، آئیڈئل معاشرہ، اجتماعی گروپ بندیوں، اجتماعی اہمیتوں، معاشروں کی قوانین مندیوں، معاشرے کی شکوفائی میں مؤثر عوامل، اجتماعی طبقات، فردی اور اجتماعی ضرورتوں، الٰہی جہان بيني کے اعتبار سے مسلم معاشرہ کا مستقبل، اجتماعی تہذیب کی سلامتی، عمومی لغزشوں، معاشروں کی مدیریت کی نئ تدابیر، جوامع انسانی کے بنیادی تفاوت اور اشتراکات، معاشرے کے انحرافات کی شناخت کا قرآن بہترین جواب گو ہے۔ اس بناپر تمام موارد خصوصاً اجتماعی انحرافات کے علاج میں اصیل ترین، بہترین اور کامل ترین نظریات قرآن سے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

تمام اجتماعی گروپ بندیوں اور پارٹیوں چاہئے سیاسی ہوں یا اقتصادی و مذہبی اور تمام اجتماعی انحرافات بحرانوں، سازشوں، اختلافات، پارٹیوں اور گروپوں کی باہمی کش مکش، بطور کلی معاشرے کے تمام انحرافات کی معارف الٰہی اور تعلیمات قرآن کے مطابق شناسائی کی جاسکتی ہے اور ان کا علاج مطلوب اور امکان پذیر ہے۔

قرآن کي نظر میں معاشرے کے انحرافات کي معرفت وشناخت کي عظمت واہمیت در حقیقت قرآن کے نظریات اور اس کے اصلاحی و عملی اعتقادات و نظریات کے حقیقت پر مبنی اور واقع بین ہونے میں ہے یعنی قرآن میں معاشرے کے حقائق کی شناخت، نفسانی

پہچان، زندگی گذارنے کے آداب کی پہچان اور اسی طرح انسان کے مختلف فردی و اجتماعی پہلوؤں کی شناخت واقع کے مطابق اور تفکر بشری کی حدود سے فراتر مورد تحقیق و جستجو قرار پاتے ہیں۔

حقیقت میں قرآن کے مبانی اور ملاکات سے تمسک کرتے ہوئے، صحیح راستے پر گامزن اور عاقلانہ روش کے مطابق آئیڈیل اور بہترین معاشرے کے حصول کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔ قرآن میں تدبر و تفکر سے حاصل ہونے والی واقع بینی، معاشرے کے علم الٰہی کے منبع سے متصل نہائی اہداف و مقاصد کا تعیّن کرتی ہے اور کمالِ مطلوب اور مدینہ فاضلہ تک رسائی کو ممکن بناتی ہے۔

خالصاً انسانی عقل و فہم اور پیش و نظریات کے تحت معاشرے کی ہویت حداکثر قرار دادی اور اعتباری ہوگی۔ لیکن قرآن کی بینش و نظر کے مطابق معاشرہ تکوینی، حقیقی، اصیل اور زندہ و جاوید ہویت کا حامل ہوگا۔ قرآن کی مورد تائید الٰہی اور مذہبی ہویت کے بغیر مختلف جوامع سے باارزش ثقافت و تہذیب کے استقرار کی امید رکھنا بے ہودہ اور عبث ہے اور اس قسم کی تہذیب قرآن کے معارف و مبانی سے بہرہ مند ہوئے بغیر قطعاً مشمول دنیا واقع نہیں ہوگی۔ قرآن کے ذریعے معاشرے کے تمام ابعاد کی شناخت جامع الاطراف، عمیق و دقیق اور حقیقت پر مبنی ہے۔
درحقیقت معاشرے کے تمام انحرافات کی صحیح شناخت کا بہترین ذریعہ قرآن ہے، چونکہ معارف اور علوم الٰہی کسی خاص مکان، زمان اور زبان سے مخصوص نہیں ہیں

اے تشیع میں پوشیدہ کور چشم لوگو!

انقلاب اسلامی ایک ایسی حقیقت ہے جسکو آج ٹرمپ و بن سلمان و نتن یاھو جیسے سیاہ قلب بھی نظر انداز نہیں کر سکتے

اے تشیع میں پوشیدہ کور چشم لوگو! تم اگر انقلاب اسلامی سے وابستگی کے اظہار سے ڈرتے ہو یا بیزار ہوتے ہو تو کوئی بات نہیں

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ خدا تم کو بدل دے گا اور تمہاری جگہ ایک ایسی قوم کو لے آئے کا جو قربۃ الی اللہ انقلاب اسلامی و ولایت فقیہ سے متمسک ہو گی اور وک عشاق خدا اور خدا انکا عاشق ہو گا

اور یہی لوگ عند اللہ موسوم بہ اسم مقدس حزب اللہ ہیں اور بے شک حزب اللہ ہی ہمیشہ غالب رہے گی۔۔۔

دین، قرآن اور انسان

قرآن مجید جو کہ احسن الحدیث ہے یعنی بہترین کلام، اسکے نزول کا بنیادی مقصد ہدایت انسان ہے، ہدایت یعنی انسان کے کمال وارتقاء کے لیے، مقام خلافت الہیہ و منزل انسان کامل پہ متمکن ہونے کے لیے جو مادی و معنوی، فکری و عملی، انفرادی و اجتماعی ضروریات ہیں، ان سب کا مجموعہ ہدایت کہلاتا ہے۔

قرآن حکیم چونکہ خاتم الکتب ہے اور اس کو قیامت تک کے انسانوں کی رہنمائی کرنی ہے جو کہ گوناگوں زمانوں اور علاقوں سے تعلق رکھنے والے ہیں اور ہوں گے، اس لیے اللہ تعالٰی نے قرآن مجید کی آیات کا بیشتر حصہ اسی آفاقی منشور کی حیثیت سے نازل کیا جو کہ انسان کی تمام تر ضروریاتِ زندگی کے لیے کافی ہو۔

چھ ہزار سے زائد آیات مجیدہ میں سے فقہ الاحکام یعنی فقہی مسائل پہ تقریباً پانچ سو آیات ہیں، باقی ماندہ پانچ ہزار سے زائد آیات کا تعلق ان اصولوں سے ہے جو کہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے لیے ضرورت ہیں۔

قرآن مجید میں خدا نے سنن الہی کا ذکر فرمایا ہے

سنن لفظ سنت سے مشتق ہے۔ سنت روش، طرز یا قانون کے معنی میں استعمال ہوتا ہے سنن الھی سے مراد اللہ کے قوانین ہیں جو کہ ہر زمانے اور ہر علاقے کے انسانوں کے لیے روز ازل سے روز محشر تک یکساں ہیں یہیں سے انسان کے جبر و اختیار کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ انسان کے لیے اللہ تعالٰی نے جو تقدیر بنائی ہے یعنی جو مقدرات مقرر کیے ہیں

ان سے مراد وہ سنن الٰہی، قوانین الھی ہیں جن کا ایک آغاز ہے ایک روش ہے ایک انجام ہے

انسان جتنے طرز عمل اپنا سکتا ہے ان سب کے لیے سنن الہی مقرر ہیں اور انکا نتیجہ بھی مقدر و مقرر ہے۔ اب انسان کو یہاں عقل و شعور کے ساتھ اختیار دے دیا گیا ہے کہ جب چاہے جس طرز پہ چاہے زندگی گزارے

راستہ اور انجام مقرر ہے

انسان کو اختیار ہے کہ جیسا راستہ چاہے اپنائے

اگر کبھی اسکا احساس ہو کہ میں سنت ہلاکت پہ یا راہ ہلاکت پہ گامزن ہوں تو اسکو سنت نجات کی جانب پلٹنے کا اختیار ہے اور اسی کو توبہ کہتے ہیں

توبہ یعنی پلٹ جانا

قرآن مجید نے گزشتہ اقوام کا ذکر اسی لیے کیا ہے کہ یہ قوم تھی جس نے ایک راہ کو اپنایا، انہوں نے اپنے لیے ایک سنت الٰہی کو چنا، جس قوم نے سنت ہلاکت کو چنا وہ ہلاک ہوئی اور جس نے سنت نجات کو چنا وہ نجات یافتہ قرار پائی ساتھ میں خدا نے یہ بھی فرمادیا کہ یہ سنن و قوانین تبدیل نہیں ہوتے

سُنَّةَ مَن قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِن رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيلاً.

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلاً.

سنن الٰہی راز سربستہ

سنن الٰہی کے اندر ہی انسان کے انفرادی و اجتماعی عروج وزوال کا راز ہے
کون کب کیسے کسطرح عروج پاتا ہے اور کسطرح زوال پاتا ہے ؟
کب نعمات زحمات میں بدل جاتی ہیں اور کب ذلت سے عزت کا سفر کیا جاتا ہے ؟
انسان کے انفرادی و اجتماعی زندگی سے مربوط تمام سوالوں کے جواب اور تمام مسائل کا حل انہی سنن الٰہی کے اندر موجود ہے

قرآن مجید نے جس علم کو حاصل کرنے کی شدید تاکید فرمائی ہے وہ علم سنن الھی ہے
اگرچہ ہمارے ہاں علم متروکہ ہے۔
سورۃ انعام 11 قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ
لیکن افسوسناک طور پر یہ علم ابھی تک باقاعدہ علمی حیثیت سے تدوین ہی نہیں کیا جاسکا، فقط چند علماء نے اس پہ ابتدائی کام کیا ہے۔
جیسا کہ شہید آیۃ اللہ سید باقر الصدر۔۔۔ آیۃ اللہ سید محمد حسین طباطبائی۔۔۔ شہید آیۃ اللہ مرتضی مطہری۔۔۔ آیۃ اللہ محمد جوادی آملی۔۔۔ سید جمال الدین افغانی۔۔۔ شیخ المصر محمد عبدہ صاحب تفسیر المنار۔۔۔ رہبر معظم انقلاب اسلامی امام خامنہ ای
بالخصوص اردو میں ہماری تحقیق کے مطابق
علامہ محمد اقبال۔۔۔ حجۃ الاسلام سید جواد نقوی
امکان ہے کہ اور بھی کچھ ناشناختہ شدہ علماء ہوں گے انشاء اللہ

اگرچہ اس علم کا مکمل نصاب مکمل ترتیب مکمل وضاحت قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمادی ہے، اب ضرورت ہے کہ ان آیات سے اس نصاب کو علمی روش پہ تدوین و ترویج کیا جائے تاکہ انسان کی انفرادی واجتماعی مشکلات کا حل انسان کو میسر ہو۔

سنن الٰہی انسانی ھدایت کا ایک منظم نظام ہے .

یہ قوانین دو طرح کے ہیں

1 کائنات پر کار فرما قوانین

2 انسانوں کے لیے بنائے گئے قوانین

ان دو طرح کے قوانین میں بنیادی فرق یہ ہے کہ کائنات کے قوانین الٰہی ارادہ سے مستقر ہیں جبکہ انسانی قوانین انسانی ارادہ سے قائم ہو سکتے ہیں .

ان دو قوانین میں ایک اور بنیادی فرق یہ ہے کہ :

کائنات میں موجود اشیاء کے لیے اللہ نے ایک قانون بنا دیا ہے اس میں تبدیلی ممکن نہیں ہے جبکہ انسان کے لیے ایک قانون نہیں بنایا بلکہ دو یا دو سے زیادہ راستے و قانون بنا کر انسان کو اختیار دے دیا ہے

کائنات میں لاگو قوانین کہ جو مستقر ہیں ان کی قرآن مجید میں کئی مثالیں دی گئی ہیں .

سورۃ یٰسین آیۃ 38 وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ

اس حرکت سے مراد ہم دو طرح کی حرکت لے سکتے ہیں

1 وہ جو زمین سے ہمیں سورج کی حرکت نظر آتی ہے جو در حقیقت زمین کی حرکت ہے

2 سورج کی اصل حرکت جس کو علمی محاصبات و مشاہدے سے ہم معلوم کر سکتے ہیں

♦سورج کے لیے ایک معین قانون بنادیا گیاہے جس کے تحت وہ حرکت میں ہے .

♦اسی طرح کائنات کی دیگر موجودات جیسے چاند و دیگر سیارے یہ سب ایک قانون کے تحت قائم ہیں اور ان قوانین میں استقرار ہے کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے .

♦انسان کے لیے اللہ تعالی نے ایک راستہ نہیں بنایا بلکہ کئی راستے بنا کر ان کے انتخاب میں ارادہ واختیار دیا ہے .

♦انسان کے لیے جو ایک سے زیادہ راستے بنائے ہیں ان میں بنیادی فرق عاقبت وانجام و نتیجے کا ہے.

عاقبت یعنی انسان کی زندگی گزارنے کے بعد نتیجہ مثلاً آپ جب کھانا بناتے ہیں تو آخر میں جو چیز بن کر سامنے آتی ہے وہ عاقبت ہے.

♦ عاقبت قرآنی اصطلاحات میں ایک اہم ترین اصطلاح ہے.

قرآنی اصطلاحات کو سمجھنا سنن الہی کو سمجھنے کے لیے بہت ضروری ہے .

♦پس انسان کے لیے بنائے گئے راستوں میں فرق صرف انجام وعاقبت کا ہے.

♦انسان خود مختار بنانے کا تقاضا ہے کہ اس کے لیے راہیں بھی ایک سے زیادہ ہوں .

♦انسان واحد مخلوق ہے کہ جس کو کوئی مجبور نہیں کر سکتا انسان خود کو مجبور کر سکتا ہے کسی مصلحت کی بنا پر لیکن کوئی اور انسان کو مجبور نہیں کر سکتا .

انسان کو کسی سنت الہی وراہ کی عاقبت وانجام کیسے معلوم ہو سکتی ہے ؟ عاقبت اندیشی کے لیے اللہ تعالیٰ نے سابقہ اُمم کے واقعات ذکر کیے ہیں اور ان کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے ان سابقہ اُمم کے قوانین کو دیکھ کر ہم عاقبت شناس بن سکتے ہیں.

♦عاقبت ہمارے اختیار میں نہیں ہے بلکہ راہیں ہمارے اختیار میں ہیں اس لیے عاقبت کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی راہوں کا درست انتخاب کرنا ہمارا فریضہ ہے

♦عموماً بچوں کی ایک روش ہوتی ہے کہ راستوں کے انتخاب میں سہولت پسندی سے کام لیتے ہیں. جبکہ آسان راستوں کے انجام درست نہیں ہوتے اور مشکل راہوں کے انجام درست ہوتے ہیں .

سورۃ نساء آیۃ 26 يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ•

اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ تمہارے لیے وضاحت و بیان کرے اور تمہاری رہنمائی کرے ان قوانین و سنن کی طرف جو تم سے پہلے والوں کے لیے معین کر دیے گئے تھے تا کہ توبہ کے زریعے اللہ تمہاری زندگی کا رخ موڑ کر درست راہوں کی طرف کر دے .

پس سنن الہی وہ نصاب ہے کہ جس سے انسان کو زندگی میں وقت سے پہلے ہی اپنے مستقبل کا علم ہو جاتا ہے .

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بار بار انسان کو گزشتہ اقوام و ملل میں جاری سنن الھی کی جانب متوجہ کیا ہے کہ دیکھو انھوں نے کیا کیا اور انکا کیا انجام ہوا، اب تم غور کرو اور اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی کے لیے راہ کا انتخاب کرو

فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَن تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا

أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا

قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ

ذَٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ

لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۗ

وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ ۖ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ ۚ وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ

اسی طرح سے سنن الٰہی قرآن مجید کی پانچ ہزار سے آیات کے اندر موجود ہیں جو کہ دین کا عملی نصاب، انسان کی انفرادی و اجتماعی مشکلات کا حل اور انسان کی نجات کا ذریعہ ہیں،

ان میں سے بہت سی آیات کی اسی پہلو سے کی گی خوبصورت تشریح آئمہ اہل بیت ع کی زبان مبارکہ سے ہم تک پہنچی ہے جو کہ اس نصاب کو مزید مبین بناتی ہے۔ جسکی ایک مثال البقرۃ آیت 78 | وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ کی تشریح میں اسکو سنن الہٰی میں سے قرار دیتے ہوئے عصر حاضر پہ اسکی تطبیق کرکے حکم و ہدایت کا استخراج کرنے پہ مشتمل امام حسن عسکری ع روایت ہے جو آپ نے امام جعفر صادق ع سے روایت کی ہے۔ یہ روایت کتاب الاحتجاج الطبرسی جلد ۲ احتجاجات امام حسن عسکریؑ میں موجود ہے۔

اگر جان کی امان پاوں تو کہوں!

آج صبح صبح کہ قرنطینہ خانگی میں مقید ہونے کی وجہ سے اوقات لیل و نہار تو وہی رہے مگر

ہمارے صبح و شام بدل گے

یعنی 12 بجے جاگنے پہ۔۔۔ایک خیال باغیانہ صحن ذھن میں ناچتا ملا

میں نے کہا

او بھائی تم گھسے کہاں سے اور کیوں؟

فسادی کہیں کے

بولا جناب اتنا غصہ نہ کریں

مجھ پہ غور تو کریں

میں غور کرنے لگا

معاملہ کچھ یوں ہے کہ ملک عزیز کی اکثر آبادی جو کہ

نعمان صاحب کی پیروکار ہے

ان سے ایک استفسار تھا

اگرچہ میں نعمان صاحب کے استاد جی

کا بالوسطہ شاگرد ہوں

میرا مطلب ہے استاد بزرگوار جعفر ابن محمد قبلہ کا

مگر بھائیوں سے سوال کر تو سکتا ہوں

اور وہ یہ کہ رائج عمومی تاریخ پڑھ کر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ

کیا کوئی امتی نبی اکرم ص سے زیادہ سمجھ دار ہو سکتا ہے؟

اگر نہیں تو وجہ۔۔۔اگر ہاں تو وجہ کیا ہے؟

اصل میں وہ جب میں نے دیکھا کہ اسلام کی تاریخ شریف میں مرقوم ہے کہ جناب ابی

قحافہ کے فرزند نے اپنے انتقال سے پہلے

امت میں تفریق سے بچنے کے لیے

وصیت بھی فرمائی۔۔۔جانشین بھی مقرر کیا

تقرری بھی ممکن بنوائی۔۔۔اور آنے والے حکام نے بھی یہ کسی نہ کسی صورت میں کیا

ضرور

اگرچہ نیت جو بھی ہو۔۔۔مقرر کردہ جیسا بھی ہو

مگر کیا ضرور

بس نبی اکرم ص کے بارے میں نہیں ملتا کہ

امت کو تفریق سے بچانے۔۔۔زعامت و قیادت و وحدت امت کے لیے

آپ نے کسی کو منتخب کیا ہو۔۔۔مقرر کیا ہو

وصیت کی ہو۔۔۔اعلان کیا ہو

بلکہ اسکو امت کے حوالے کر دیا کہ بچو تمہاری مرضی

اور بچے جب اپنی اپنی کرنے پہ آتے ہیں تو سبکو پتہ ہے کہ کیا ہوتا ہے

وہی جو اس کلاس کا حال ہوتا ہے

جسکا استاد مانیٹر کو کھڑا کیے بنا کلاس سے باہر جائے۔۔۔۔

خیر سوچیے

میں بھی سوچتا ہوں

زبورِ آل محمد ﷺ سے ایک تجلی

امام انقلاب حسینؑ ابن علیؑ کے فرزندِ ارجمند آدمِ ساداتِ حسینی ابا الحسن علیؑ ابن حسینؑ ابن علیؑ آئمہِ الٰہی انبیاو مرسلینؑ کی راہ کی راہیوں کی صفاتکو بصورتِ دعا تعلیم دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ

اے اللہ! تو اہل زمین میں سے رسولوں کی پیروی کرنے والوں اور ان مومنین کو اپنی مغفرت اور خوشنودی کے ساتھ یاد فرما

یعنی زمانہ ہادیان الٰہیؑ کو پالینا، انکی پیروی کرنا، انکی صحبت ونسبت پالینا بھی انسان کو مغفرتِ پروردگار سے بے نیاز نہیں کرسکتا، وہ ان تمام امتیازات کے باوجود سب محتاجِ مغفرت الٰہی ہیں

جو غیب کی روسے ان پر ایمان لائے اس وقت کہ جب دشمن ان کے جھٹلانے کے درپے تھے اور اس وقت کہ جب وہ ایمان کی حقیقتوں کی روشنی میں ان کے مشتاق تھے

پیروانِ حق کی سب سے **پہلی خصوصیت** یہ ہے کہ وہ اہل ایمان ہوتے ہیں، وہ اپنے سماج کے عام افراد کی نسبت زیادہ باشعور ہوتے ہیں کہ جب ھادیان الٰہی پیغامِ حق لے کرئیں تو انکی طرف اجابت کرتے ہیں جبکہ سخت دل ومردہ ضمیر انکار میں مشغول ہوتے ہیں،

دوسری صفت یہ ہے کہ وہ ایک دم اس مرتبہ ایمانی پہ نہیں آجاتے بلکہ ھادیان الٰہی کے نے سے قبل وہ متجسس اور جستجو گر ہوتے ہیں، ان طالبین حقیقت کے سامنے جب حق کا

پیغام آتا ہے تو وہ اسکو قبول کرنے والے قرار پاتے ہیں۔ ہر اس دور اور ہر اس زمانہ میں جس میں تو نے کوئی رسول بھیجا اور اس وقت کے لوگوں کے لیے کوئی رہنما مقرر کیا، یعنی یہ خدا کی سنت قطعی ہے کہ خدا انسان کو بغیر ھادی و بغیر ہدایت نہیں چھوڑتا بلکہ ہر زمانے اور ہر سرزمین کے لیے مراتب کے فرق کے ساتھ ھادیان الھیہ کی بعثت کا سلسلہ جلیلہ جاری رہا ہے۔ حضرت آدم کے وقت سے لے کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد تک جو ہدایت کے پیشوا اور صاحبان تقوی کے سربراہ تھے ان سب پہ سلام ہو

اس سلسلہِ ہادیان میں سب سے اولین سلسلہِ نبوت و رسالت رہا ہے جس کا آغاز سیدنا آدمؑ اور اکمال و اختتام سید رسل محمد ﷺ پہ ہوا۔

پیروانِ رسالت کی خصوصیات ذکر کی جارہی ہیں کہ وہ نسل جس نے سب سے پہلے رسول خاتم ﷺ پہ ایمان لایا انکے کیا امتیازات تھے اور یہ صفات ہر زمانے میں پیروانِ محمد رسول اللہ ﷺ کے اندر ہونی چاہیں۔

مکمل طور پہ تمام مراحل اور تمام معاملات میں رسالت کی اطاعت و فرمانبرداری و نصرتِ کاملہ کرنا۔

شجاعت کے ساتھ نصرتِ حق کرنا ذاتی فائدہ و نقصان کو دیکھنے کے بجائے دینی اور اجتماعی فائدہ و نقصان کو مد نظر رکھنا۔

اپنی ترجیحات کو الہی بنیادوں پہ استوار کرنا اور دین کی اور پیروی دین کی جانب سبقت کرنا

مزید صفات پیروانِ رسالت کی بیان کرتے ہوئے امامؑ فرماتے ہیں کہ جب بھی حق کی دلیلیں، عقل پہ مبنی برھان و ثبوت ان کے سامنے آتے ہیں تو وہ بے وجہ حیل و حجت نہیں

کرتے بلکہ ان کو قبول کر لیتے ہیں، دین کی راہ میں حق کے لیے اگر انکے نسبی رشتے دار اس راہ کے علاوہ کوئی راہ اپنالیں تب بھی اور ان کے ساتھ یوں تب بھی وہ نسبی رشتوں کو ایمانی رشتے اور نصرت حق کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننے دیتے۔ اس راہ میں اگر انکے سگے رشتہ دار بھی حق کے مقابلے میں جائیں تو انکا مقابلہ کرتے اور حق کا دفاع کرتے ہیں۔ ان کی ایک اور صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ ہر حال میں اپنی تمام دوستیوں اور دشمنیوں کا محور رسالت کو اور خالص دین کو بناتے ہیں اور دین سے رسالت سے امامت سے انکو کمال عشق ہوتا ہے، ایسا عشق جو انکی روح میں جاگزیں، انکی فکر میں روشن اور انکے عمل میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ اس بات پہ یقین رکھتے ہیں کہ ان کا ہر فائدہ و نقصان اسی محورِ اسلام ناب سے، اسی مرکزِ حق و حقیقت سے وابستہ ہے اور تمام تر فوز و کامرانی پیروی حق و حقیقت سے ہی حاصل ہوگی۔

پیروانِ رسالت کی صفات بیان کرتے ہوئے امامؑ نے فرمایا کہ پیروانِ رسالت جب واقعی و عملی طور پر اسلام ناب و رسالت و امامت سے منسلک و متمسک ہو جاتے ہیں، تو اسکا ایک نتیجہ یہ بھی نکلتا ہے کہ انکے وہ اقرباء و رشتے جو اس راہ کے مخالف ہوتے ہیں، جنکا راستہ پیروی انبیاء کے بجائے پیروِی آباء ہوتا ہے، وہ ان پیروانِ حق سے قطع تعلق کر لیتے ہیں۔ ان میں تضاد ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتا، اس لیے جب اہل حق توحید سے، دین سے، رسالت سے حقیقتاً قریب ہونے لگیں تو اس کا لا محالہ اثر یہ ہو گا کہ وہ اپنے جو راہِ حق

کے مقابل باطل راہوں یا راہ حق کے متوازی خود ساختہ رسوماتی راہوں کے راہی ہوں گے وہ ان پیروانِ راہ محمد و آل محمد ص سے بیگانے، اجنبی ولا تعلق ہو جائیں گے۔ یہ دو متضاد قربتیں پیروانِ انبیاءو پیروان آباء، راہ بینات وراہ تشابہات، راہیان راہ رسول اللہ و راہیان راہ غیر اللہ کے درمیان قربت و معیت و اخوت و دوستی ممکن نہیں ہے۔

مومن باللہ، مومن بالرسالت، مومن بالقرآن، مومن بالولایت و امامت فقط اور فقط اللہ تعالیٰ کے لیے لوجہِ اللہ! تمام تر قربانیاں دیتے ہیں، انکے پیشِ نظر فقط اللہ تعالیٰ کی محبت ورضایت اور انکا مقصود فقط حق و حقانیت کی سربلندی ہوتی ہے۔ انکا ایک اجر یہ ہوگا کہ امامؑ انکے حق میں دعا کریں گے (جنکے حق میں امامؑ دعا گو ہوں انکے لیے دعا ضرور قبول ہوتی ہے)۔

مزید یہ کہ پیروانِ رسالت ہمیشہ فداکار ہوتے ہیں، کوئی بھی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرتے۔ انکی ایک اہم صفت یہ ہوتی ہے کہ وہ فقط خود نجات و جنت ورضائے الٰہی حاصل کرنے کے لیے ہی تگ ودو نہیں کرتے، بلکہ انکی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ تمام انسانیت نجات یافتہ بن جائے اور یہ سرگرداں و حیران انسانوں کے مجموعے محورِ رسالت کے گرد جمع ہو جائیں اور انکی حیات و ممات کا تمام امور زندگانی کا محور و مرکز توحید و رسالت بن جائے۔ یہ حقیقی و نظریاتی اہل ایمان ہرگز بنی اسرائیل کی باطل روش کی مانند سارے کام اپنے ھادی و مولا کے ذمے نہیں ڈالتے کہ ھادیان الٰہیہ نے ہی سب مسائل حق کرنے اور حق کو پھیلانا اور باطل کو شکست دینی ہے، بلکہ حقیقی اہل ایمان ھادیان الٰہی

کی سرپرستی میں اپنی ذمہ داریاں قبول کرتے اور انکو ادا کرتے ہوئے حق کی دعوت کو قول و فعل سے پھیلاتے اور اسکی راہ میں حائل روکاوٹیں دور کرتے ہیں اور اس راہ پہ قیام کرتے ہیں۔

انکے امام ع نے خدا سے دعا طلب کی ہے کہ خدا انکو اپنی خوشنودی عطا فرمائے۔

سرمایہ داری نظام میں مشرکانہ زندگی

شرک وہی خطرہ ہے جس سے قرآن کریم نے انسان کو سب سے زیادہ روکا ہے اور نہی کی ہے کہ خبر دار شرک کی وادی میں قدم نہ رکھنا اور شرک کے قریب نہ ہونا چونکہ شرک وہ غیر محفوظ قدم ہے جس کے نتیجے میں ہر خطرہ انسان کی طرف بڑھ سکتا ہے۔ اگر شرک ہو گا تو انسان اللہ کے مقابلے میں دیگر معبود اختیار کرے گا، شرک کی وجہ سے انسان اللہ کی حکمرانی سے باہر آجائے گا، شرک کے نتیجے میں انسان اللہ کے آئین کو ترک کر دے گا اور اللہ کے نظام سے باہر آجائے گا۔ یہ سب شرک کے آثار و نتائج ہیں ۔

بندگی کے آثار و نتائج یہ ہیں کہ معبود اللہ کی ذات ہے، الہٰ خدا ہے، رب خدا ہے اور حاکم خدا ہے، نظام اور آئین خدا کا ہے۔

آج انسان کا دامن بھرا ہوا ہے اور اس کے پاس ایک نہیں بلکہ بیسیوں غیر الٰہی آئین، متعدد حکمران، آلہہ اور ادیان موجود ہیں۔ یہ سب شرک کے تحفے ہیں جو انسان کو نصیب ہوئے ہیں جب سے اس نے توحید عملی کا دامن ترک کیا ہے۔

اگر انسان توحید ، وحدانیتِ خدا اور ربوبیتِ الٰہی کا پابند رہتا تو اتنے خطرات میں نہ ہوتا بلکہ محفوظ تر ہوتا۔ شرک نے جو در کھولا ہے وہ آگے بڑھتے بڑھتے آج اپنی اس موجودہ حالت میں ہے۔ وہی ابتدائی شرک جو صحرا نشینوں اور کوہستانیوں کے پاس تھا اور مختلف اقوام، علاقوں، لوگوں اور جمیعتوں میں تھا وہ اپنی پرائمری شکل میں موجود تھا جس کا مظہر کبھی کوئی بُت یا مورتی ہوتا تھا یا کبھی کوئی اور مظہر ہوتا تھا وہی شرک بڑھتا بڑھتا ٹیکنالوجی کے اندر داخل ہوا اور ٹیکنالوجی کی مدد سے اس نے انسان کے لیے پیچیدہ و

پیشرفتہ نظام وضع کیا ہے۔ اس نظام کی آخری اور صدیوں کی ترقی یافتہ شکل جو آج انسان پر مسلط ہے وہ سرمایہ داری نظام ہے۔

سرمایہ داری نظام نے انسان کے لیے جو زندگی بنائی ہے یہ سب صدیوں کی میراث ہے آج انسان جس کے زیرِ سایہ ہے اور سب انسان اس کے اوپر راضی ہیں۔

مسلمان نظام سرمایہ داری پر سب سے زیادہ راضی اور خوش ہیں اور دوسرے بھی اس کے اوپر مسلمانوں کی مانند ہی راضی ہیں۔ اس سرمایہ داری نظام میں دھوکے اور اغواء و بہکاوئے کے طور پر یہ گنجائش بھی رکھی گئی ہے کہ انسان کبھی کبھار اپنی کوئی مذہبی رسم بھی انجام دے دیں جس سے انسان کو سب سے بڑا دھوکہ ہوتا ہے۔

زندانوں کے اندر انسان کو چند منٹ ہوا خوری کے لیے وقت دیا جاتا ہے یا عزیزوں رشتہ داروں سے ملاقات کروائی جاتی ہے۔ قیدی اس چند منٹ کی ملاقات کو اپنے لیے عید سے کم نہیں سمجھتا۔ یہ چونکہ زندان میں ہے لہٰذا پانچ منٹ کی ملاقات کو اپنی حیات کا سب سے بڑا تحفہ سمجھتا ہے۔

یہی حال آج مومنین و مسلمین کا ہے کہ جب انہیں سرمایہ داری نظام میں سے کسی مذہبی رسم کے لیے تھوڑی سی فرصت ملتی ہے تو سمجھتے ہیں کہ اب یہ بہشتی ہو گئے ہیں، برگزیدگان ہو گئے ہیں، اولیاء ہو گئے ہیں، ولایت کے دامن میں آ گئے ہیں اور مقربینِ خدا بن گئے ہیں۔ اس قسم کی آناتی فعالیتوں اور آناتی عبادتوں سے ان کے اندر یہ تاثر پیدا ہوتا ہے جو گمراہی کا سبب بنتا ہے۔

يَا وَيْلَتَىٰ لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا

تقوی در فضای مجازی لازم است

میدان عرب کا صحرا ہو یا سوشل میڈیا ہر محاذ پہ مومن کے
تعلقات و روابط میں تقوی انتہائی ضروری ہے

اسلام کا حسن و اکمال یہی ہے

قرآنی تقوی عملی تقوی ہے یعنی نظام الہی میں حدودِ الہی کا نفاذ
کرنا اور ان حدود میں رہنا

جنکو غاروں میں رہنا ہے، ان کو انکا پرہیزی تقوی مبارک۔ ہم
کو ہمارا ستیزی تقوی مبارک

المختصر

یہ مغرب بھی عجیب سمت ہے

ہم پاکستانی بھیڑ چال والوں کے لیے

دل بھی مغرب کی جانب۔ سر بھی مغرب کی جانب

اصل میں ماجرا کچھ یوں ہے کہ

مسلمانوں کے اس خدا کو جسکو وہ ذہنی طور پر خدا مانتے ہیں

ہیں کا ماجرا یہ ہے کہ حسن ظن رکھنا چاہیے

اس کے گھر وہ سیاہ رنگ والا ہدایت کا نورانی مرکز بھی مغرب کی سمت میں ہے اور وہ خدا

جسکو دنیا کی اکثر مسلمان ملتیں بالاخص پاکستان والے عملی طور پر خدا مانتے ہیں۔ اس خدا کا

سفید رنگ والا سیاہ کار گھر بھی مغرب کہلاتا ہے

سمت تو یکساں ہو گی

مگر جہت میں تضاد آ گیا

زبان سے کہا کافی نہیں مگر یہ بات قلندر لاہوری کی کسی نے نہیں سنی تو

ہماری کون سنے گا نہ سنی نہ شیعہ نہ مسلم نہ نان مسلم کون سنے گا

المختصر

مغرب تو مغرب ہے زوال کا خوف کا خوف ہو یا لذات کی طلب

ہم دونوں خداوں کو ایک ہی سمت میں تصور کرتے ہوئے

رسمی و عملی سجدوں میں مصروف ہیں

اور مطمئن بھی!!!

سنت یا ثقافت

اکثر مسلمانوں کا خیال ہے کہ داڑھی جسے ریش، بیئرڈ بھی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، اور اسکو بہ نیت عبادت و پیروی رسول ص اپناتے ہیں۔

راقم الحروف اس سوچ پہ ایک الگ نقطہ نظر رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ داڑھی سنت نہیں ثقافت ہے، قدیم الایام میں جاری شدہ ایک اچھی ثقافت جو کہ عرب و عجم سب جگہ موجود تھی اور یقیناً اچھی چیز ہے اور اسلام نے اس کو ویسے ہی جاری رکھا جیسے کہ اور کئی ان رسومات قبل از اسلام کو جو اسلام کے کسی حکم سے ٹکرا نہیں رہی ہوں۔

لیکن ان رسومات کو دین کا جزیا التزامی نہیں قرار دیا۔

اگر ہم دیکھیں تو عرب کا وہ لباس وہ انداز حیات جو رسول اللہ ص کے زمانہ حیات مبارکہ میں تھا وہ چونکہ ثقافت تھی اس لیے اسکو ایک وقت تک رکھا گیا اپنایا گیا مگر تدریجاً ترک ہوا۔ اگرچہ آج بھی کوئی ویسی کسی چیز کو اپنائے تو مذموم نہیں ہے۔۔۔ مثلاً مسواک یا نمک سے دانت مانجھنا وغیرہ

اسی طرح داڑھی ہے۔ بندہ حقیر کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ داڑھی ثقافت کا حصہ ہے رسالت کا نہیں!

دارڑھی جو کہ دنیا کے تقریباً ہر علاقے کی قدیمی ثقافت کا حصہ رہی ہے۔ جیسا کہ عمرابن ہشام ابوجہل بھی صاحب ریش تھے اور بالا تخصص یہ نہ رسالت سے وابستگی کی پہچان تھی

یا رسالت سے مخالفت کی علامت جیسا کہ آج عجیب سی سوچ بن چکی ہے۔ امیر شام ہو یا خلفاء ثلاثہ، نہروانی ہوں یا ابن ملجم، اشّث ہو یا عمر سعد و لشکری یا انکا امیر یزید ابن معاویہ، یا حجاج یا مروان و آل مروان و آل امیہ و بنو عباس و غیرہ اکثریت صاحب ریش تھے چونکہ ثقافت تھی۔ قیصر و کسریٰ کے درباری و خود پادشاہان غیر مسلم بھی۔ جو یہ کہتے ہیں کہ داڑھی میں اسلام نہیں بلکہ اسلام میں داڑھی ہے یہ بھی میری نگاہ میں غلط جملہ ہے، اسلام میں نہیں عربی کلچر میں داڑھی ہے، عجمی اور ہندی کلچر میں بھی ہے۔ مثلاً گرونانک سرکار، گرو گووند سنگھ و اکابرین سکھ مت، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سکھ مت واحد مذہب ہے جہاں سر اور چہرے کے بال (داڑھی) مذہب کا حصہ ہے جیسا کہ کڑا، کچھا (انڈرویر) اور خنجر۔۔۔۔ اسی طرح شیطان پرستی کا معروف مفکر اینٹون لیوی جو کہ چرچ آف شیطان کا بانی اور شیطانک بائبل کا مصنف ہے وہ بھی صاحب ریش ہے، معروف ملحد مفکر اور مادیت پرستی کا امام بانی و موئسس اشتراکیت (کمیونزم) کارل مارکس، فریڈرک اینگلز، لینن، ٹراٹسکی و غیر ہم بھی صاحب داڑھی تھے، فہرست بہت طویل ہے

المختصر ان میں سے کوئی بھی سنت کا پیروکار نہیں تھا بلکہ یہ ثقافت کے پیروکار تھے،

الغرض یہ ایک تحقیقی موضوع ہے اگر کوئی مزید اس پہ بنا مسلمانی تعصب کہ علمی تحقیق کرنا چاہے تو جزاکم اللہ خیراً کثیرا۔۔۔

شاید یہی وجہ تھی کہ علامہ اقبال رح جیسا عاشق رسول و آل رسول ص جانتا تھا کہ تقاضائے پیروی سنت کیا ہے اور ثقافت کیا ہے۔۔۔۔۔اور وہ بنا داڑھی کہ بھی بقول امام خامنہ ای ستارہ بلند شرق و دیگر صاحب ریش اہل علم کے مطابق قلندر و قرآن شناس و متعلم مکتب اسلام ناب و مجدد اسلام و مفکر اسلام و پیمبر بیداری امت مسلمہ تھا۔۔۔

والسلام علیٰ العباد العاقلین۔۔۔

HIورقہ انکل

کیسے ہیں آپ! آپکو تھینک یو بولنا تھا،

اس لیے خط لکھ رہا ہوں

کتنے اچھے تھے نا آپ،

وہ جو جبرائیل کو پہچان لیا تھا یاد آیا

انکل ورقہ، بھائی جون کہاں ہیں

اور وہب بھیا! میرا اسلام بولیے گا

وہ آجکل کچھ لوگ یہواہ خدا کے گھروں پہ قابض ہو گے ہیں

اِدھر بھی اُدھر بھی!

اُف مائی گاڈ!!!

زیرو ٹالرینس لیول

لگتا ہے وہ خداوند کی سگی اولاد ہیں اور ہم سوتیلی!

ہم یعنی عوام

جو تھینک گاڈ قبضہ گروپ سے تعلق نہیں رکھتے!

وہ نجرانی دوست ٹھیک ہیں؟

ان کو بھی میرا ہیلو بولیے گا

انکو کہنا

بہت مزا آیا تھا جب وہ یثرب والی مسجد میں خدیجہ اماں کے ہسبینڈ سے مکالمہ کرنے آئے تھے۔۔۔۔

میں اپنے اجداد کی پشت میں سے دیکھ رہا تھا۔۔۔

ساری باتیں ساری کاروائی کا بہت مزا آیا

میں نے واقعی بہت سیکھا تھا

وہ مسیحی تھے نا

مگر مسجد میں !!!

جیسے انکے خداوند کا گھر ہو

اور مسلمز بھی اوکے تھے

کسی کو کوئی ایشو نہیں تھا

اوہ سوری بات کہاں سے کہاں نکل گی !!! بہت بولتا ہوں نا میں

بات قبضہ گروپ کی کر رہا تھا

ورقہ انکل !!! قسم سے مجھے تو جیز ز انکل کے زمانے کے صیہونی یاد گے

آج ہی کی بات ہے فصیح نے ایک بات بتائی

وہ چند مسیحی بچے گے مسجد چلے گے

پانی کے لیے !!!

یار آپ بھی ناہر جگہ کمینٹی کے نمبر آف ممبرز بڑھانے کی مت سوچا کرو

کسی آخر الزمان کے مولوی یا پادری کے ساتھ تو نہیں اٹھ بیٹھ رہے عالم برزخ میں جو یہ ایسا سوچنے لگے ہو

خیر !!! الحذر دور کعتی قبضہ مافیا سے اب تو سو بار الحذر

کراچی میں پانی آتا نہیں کئی علاقوں میں

اب کون سے یزید کے لشکر کی کاروائی ہے یہ تو نہیں معلوم !!!

ویسے اب ذرا علام الغیوب ڈاٹ کام سے کمکٹ کر کے سرچ تو کریں

یہاں گوگل پہ اسکا جواب نہیں ملتا!

بس بچوں کا جانا تھا کہ قبضہ مافیا کا بندہ خدا کا نام لے کر خدا کے معصوم سے بندوں کو خدا کی نعمت پانی بھرنے سے روکنے اور خدا کے گھر سے نکالنے کے لیے لپکا

اُونو!!!

بچے تو ایسے بھاگے ڈر کے جیسے !!! وہ احد والے

خیر آپ تو احد سے پہلے ہی شاٹ ہو گے تھے

ڈیٹیلز وہ عمران کے منجھلے بیٹے سے پوچھ لیجیے گا

مین آف دی میچز جو ہوئے

سب یاد ہو گا

خیر بچے بھاگے جیسے اندھیری سڑک پہ آدھی رات کو کسی معصوم و تنہا بچے کے پیچھے کلب لگ جائے

اور بچے جو نکلے ناتو انکی نگاہیں ایسے مسجد کو دیکھنے لگیں کہ بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے !!!

اور خدا قسم !

ورنہ انکل میری داستان غم تو وہ پچھلے خط میں لکھ دی تھی نا میں نے ! یاد ہو گی آپکو

جب عید قیامت پہ

عدم برداشت کے عادی قبضہ مافیا کے بندے نے

میرے نازک سے دل پہ کیا قیامت ڈھائی تھی

سن کے ہی دل ٹوٹے ٹوٹے ہو گیا تھا

شکر ہے Live Transmission نہیں تھی

ورنہ تو شاید میں مارے غم کی فریکشن کے تحلیل ہی ہو جاتا پورا کا پورا۔۔۔۔

اوکے بائے اب ذرا پھوپھو کو ٹائم دے لوں

شی از ویٹنگ فار ہر سن

گڈ بائے

سب گاڈلی پیپلز کو اسپیشل والا ہگ کیجیے گا

میری طرف سے! انکل سلیمانی کو بھی!

کہیے گا پاپا خامنہ ای ٹھیک ہیں بس بہت سیڈ ہو جاتے ہیں جب بھی آپکو یاد کرتے

ہیں۔۔۔۔

لو و یو آل !!!

بائے

آپکا فاطمی

زندگی

باغ عدن کی سی لگتی ہے
جیسے ہر غم والم
کسی دوسری دھرتی پہ رہ گیا ہو
اور میں ایک ایسی وادی نشاط میں داخل ہو گیا ہوں
جہاں شانتی ہی شانتی ہو
بلکل
اے خزاں رسیدہ شب و روز میں
مون سون کی پہلی بھرپور بارش کی مانند آنے والی
تازگی
اے میری ذات کے کوہ سینا پہ
بہ زبانِ احساس
گفتگو کرنے والی آواز
لفظ بھی حیرانگی سے محو حیرت ہیں
یہ جو ہم کو ہم کرتا ہے
یہ کیا ہے ؟؟؟
اسکی تشریح کے لیے
زمین کے لوگوں کے ایجاد کردہ

ان اتای اے تازیی کی اوقات نہیں

یہ کیا ہے؟؟؟

شاید فلاسفی کے سوال جیسا "کیا" ہے؟؟؟

جسکو ہم جنم جنم سے حل کرنے کی کوشش کرتے آرہے ہیں

مگر ایک رہسیے ہے

جو ہم پہ آشکار بھی ہے اور نہاں بھی

! جیسے پرماتما

مجھے لگتا ہے تمہارا تعلق دیوتاوں کے سلسلے سے ہے

تم نے وہ کر دکھایا

جسکو تصور کرنا آدمیت کے بس میں نہیں

وقت کا دھارا بدل ڈالا

کہاں یہ چھوٹی سوچ والے

ان کے بس میں کہاں

ہم کو ہم کرنے والے کیا کی نوعیت کو اگر قدسیوں نے سمجھنے کی کوشش کی تو ان کے بھی

!!! پر جلنے لگیں

جب تصورات، جذبات، تخیلات، نظریات، قوتوں اور ہمتوں پہ شب خون مارا گیا

وہ کون تھا

جو امید تھا

جسکی قربت کا احساسِ مسیحائی

ڈھال بن گیا

ہاں ریئالی یار

شاید تم کو احساس ہو یا نہ ہو

ہر لذت ہر نشاط

ہر کیف و سرور

جس پیمانے سے ملتا ہے

وہ تم ہو

تم ہی پیمانہ اور تم ہی میخانہ ہو

کس رشتے سے معنون کروں

آرزو کھو جانے کی ہے

تم سے دور نہیں

تم میں کھو جانے کی

تمہاری اس سلطنت کے جسکو ہمارا دل کہتے ہیں

کسی دور کونے میں

تم کو پانے کے متمنی احساسات پہ مبنی باغی سوچ کے سپاہیوں کا الگ دستہ بھی رہتا ہے

ویسے

غرض سے جدا

ہم ہمارے لیے ہیں

اس آفاقیت

کی غایت کیا ہے

آخر کیا ہے یہ

اور کیوں ہے یہ

تمنائے قربت

تمنائے عبادت

جیسے ہماری ذات دو اقانیم سے مرکب ہو

توحید فی التثنیث

ایک دوسرے کے بنا

نامکمل

الگ الگ ہو کر بھی مقام عشق پہ واحد

یہ علم یہ قلم

یہ نام

یہ اس اجنبی شہر کو

اپنا کراچی بنانے والے

معجزہ کا مرکز

کسی موسی کا عصا نہیں

تیری نگاہ ہے

اگرچہ ہم میں فاصلے ہیں

ان دیکھی فصیلوں سے ادھر میں ادھر تم ہو

زنجیرِ فرقت نے ہم کو جدا کر کے بھی متصل رکھا ہے

Know یو

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے

ہم جس زمانے میں ہیں

یہ شاید ہمارا زمانہ نہیں

شاید

مگر ہم جیسے روز اول تمارے ظاہر و باطن کے حسنِ دو آتشتہ کے اسیر تھے

آج بھی ویسے ہی ہیں

آنے والے زمانوں میں بھی ہوں گے

تمہاری غزال عیون کی گہرائی سے بدن کے ہر ہر زوایہ ساحرانہ تک

روح کے اسے ی تک اگر کسی کو ہمہ وقت رسائی حاصل کریں ہے

اگر کوئی تمہاری ذات کے بے کراں سمندر کی ہمہ گیر شناسائی رکھتا ہے

تو وہ ہم ہیں

اور یہی اصول ہماری ادنی سی ذات کی بابت تمہارے لیے بھی ہے

اور یہی وہ فتح ہے

جس کو ہم نے ہمارے لیے حاصل کیا گیا

!!! اور اس منزل تک کسی کی رسائی ممکن نہیں

قرنطینہ

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے

زندگی یونہی تمام ہوتی ہے

لگتا ہے شاعر صاحب بھی کبھی کسی قرنطینہ میں رہ چکے ہیں

یا شاید وہ کسی ذہنی قرنطینہ میں مبتلا ہوں

مگر اپنے ساتھ تو یہ سچ ہے خوف اور اتنا موثر کہ

میں نے اللہ میاں کو بھی واٹساپ کیا ہے کہ

قبلہ ہر عالم ایسے تو کسی نے آپ کے بندوں کی سنی نہیں

بہت ہوا تو ایک نسل اس میں بھی دو نمبری ! آئی مین منافقین

آپ نے اپنے 1 لاکھ چالیس ہزار جرنیل اور نہ جانے کتنے سپاہیوں کی بلی دے دی

مگر انسان وہ دیوتا ہے کہ راون سے بھی ڈھیٹ

سیدھا ہی نہیں ہوتا بات نہ سننے کی قسم کھا رکھی ہے اس نے

آپ بھی ذرا پلان بی آزماو خوف! کیونکہ عقلی باتیں سماج خصوصاً ہمارے سماج کی سمجھ

میں تو نہ آوت ہیں

اتنی یکجہتی اتنا ہم آہنگی اتنی اطاعت اتنی فرمانبرداری دل سے ہو یا دماغ سے

بہرحال کروالی. اگرچہ ماسٹر مائنڈ غیبت میں ہے ابھی تک ڈسکلوز نہیں ہوا

مگر ہے شاندار!

خیر میں صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے کی بات کر رہا تھا

قسم سے کرونا کے نادیدہ جرثومے کی قسم ایسے ہوگے ہیں جیسے کوہلو کے بیل

گھر میں ٹھہرتے نہ تھے

اب نکلتے نہ ہیں، دنیا میں وائلڈ لائف کو تو خطرہ تھا ہی

سوشل لائف کو خطرہ بھی لگا اور تقریباً خاتمہ بھی ہو گیا

اب تو فون سے بھی اکتا گے ہیں

کتابیں پڑھ کم اور کھا زیادہ رہے ہیں

کیونکہ اگر یہ دو اشیاء نہ ہوتیں تو ہم تو قسم سے ڈی ہائڈریشن کا شکار ہو کر مر جاتے اور باقی

آپ سب قارئین کرام

اپنی دکھ بھری نظر بندی کے حالات سناو۔۔۔۔ گڈ بائے

یہاں قلم دُکھتے دکھائی دیتے رہے

ویسے تو آئمہ اہل بیت ع اپنی شہادت سے پہلے اور بعد کے زمانوں میں مظلوم ہی رہے ہیں

خصوصاً حسین ابن علی کے فرزند

علی زین العابدین سے لے کر علی نقی کے فرزند حسن عسکری تک

کیا اپنے کیا غیر

بقول جون ایلیا اپلے پر گے زبان میں کیا؟

سب نے عجب سلوک روا رکھا

محاورتاً زبان دُکھتی ہے

مگر یہاں قلم دُکھتے دکھائی دیتے رہے

سیرت کے نام پہ چند قصص

اور بس

خیر وجوہات کیا تھیں یہ علم الاجتماع کی بحث ہے

مگر خدا بھلا کرے روح اللہ موسوی کا اور انکے شاگرد مرتضیٰ مطہری کا

جنہوں نے ان مظلوموں کی مظلومیت کو کم کیا

انکی سیرت کے کئی پہلو کھولے

ان سے اصول مرتب کرکے

عصر حاضر کے انسانوں کو دیے

اور پھر سید علی نے

انکی زندگی کے اساسی پہلو کو ایسے یکجا کر کے

۲۵۰ سالہ انسان کا عنوان دیا کہ اہل عقل ششدر رہ گے

مگر حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آج ۲۰۲۰ میں لوگ پریشان

گھروں میں نظر بند

مجھ جیسے تنگ آئے ہوئے

وقت سرمایے کو ضائع کر رہے ہیں

مہینہ ہونے کو ہے سمجھ نہیں آ۔رہا کیا کریں

دم درود وظیفے چلے ٹی وی سوشل میڈیا کتابیں

مگر غیر منظم

ایسے جیسے کسی کو دس بیس دن بھوکا رکھ کر پھر سجے دستر خوان پہ بٹھا دو

آپکو اختلاف کا حق ہے

مبر مجھے تو آج آدم کے بچوں کی یہی صورتحال لگ رہی ہے

ایک ضرورت پڑ گی ہے

وقت کی ضرورت

اہم ضرورت

اگر کوئی ہمت کرے

ہم مشاورتی کونسل والے ہیں

اس لیے ہم سے توتوقع نہ رکھیے گا

مگر علمائے کرام

محققین عظام

مورخین گرامی

سب ہی گھروں پہ ہیں

اور کنفیوژن کا شکار

میڈیا تو کنفیوژن کا ٹرانسفارمر بن گیا ہے

تو اگر آئمہ اہل بیت ع کی سالوں پہ محیط اسارت کی زندگی پہ کوئی ہمت کر کے تحقیق کرے

کسی تھی کیا روش تھی

کیا اصول تھے کیا ترتیب تھی

کیونکہ وہ جو سن رکھا ہے نا

مصلہ تھا سجدے تھے وغیرہ وغیرہ وہ تھے

مگر میری سمجھ میں نہیں آتے

کیونکہ وہ بھی انسان تھے

اگرچہ انسان کامل تھے

مگر وہ بھی انسانی ضروریات رکھتے تھے

انسانی طرز کی زندگی ہی گزارتے تھے

تو انکا جو قرنطینہ کا زمانہ تھا

جی وہی.

جب طاغوت پرستی کا وائرس سماج میں پھیل چکا تھا

اور آج بھی ہے

تو اس دوران وہ جس نظر بندی میں تھے

اس حصہ سیرت کو مرتب کیا جائے

تحقیق ہو تحلیل ہو

اصول نکالیں اور آج کے ان کنفیوژن زدہ بیچاروں کو دیں

تاکہ یہ بے کار نہ رہیں

کچھ کرلیں کوئی ڈھنگ کا کام

جسکا ہدف ہو

جو آفاقی اہداف سے ہم اھنگ ہو

مجھے معلوم ہے کوئی بھی نہیں کرے گا

مگر پھر بھی کہہ دیا

شاید کوئی نسل آئے جسکو عقل آئے

جو واہ واہ اور اشفع لنا عند اللہ سے آگے بھی بڑھے اور اس باب سیرت کو مہجوریت سے

نکالے

ورنہ گلے رہو منا بھائی

صبح کرنے میں شام کرنے میں

اور لاک ڈاؤن کے اختتام کی راہ دیکھتے رہو

بے کار بیٹھ کر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

افسانہ عشق شہداء دلنوشتۂ دل شکستہ

میں سب سے پہلے خود اپنے نفس کو اور پھر ہر اس انسان کو وصیت و نصیحت کرتا ہوں جو اس کا مطالعہ کرے کہ الفاظ سے کردار تک سفر کریں ورنہ اوراق پہ سیاہی پھیلانے سے کام نہیں چلے گا

میں بے حد بے چین تھا، میری روح تڑپ رہی تھی، ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ میں یزدان و شیطان کے درمیان کھڑا ہوں۔

میرا ایک پاوں کشتی نجات میں تھا لیکن دوسرا پاؤں ابھی تک بحرِ ضلالت کی دلدل میں تھا میں ہوا میں معلق تھا

میں ہانپنے لگا

حیات کا کچا دھاگہ جیسے ٹوٹنے لگا ہو

اطاعت و عصیان کی متضاد سمتوں میں بھاگتے بھاگتے میری روح پارہ پارہ ہو چکی تھی

میں تھک چکا تھا کہ یک لخت میری روح گر پڑی

اضطراب کی شدت سے جان بلب تھا

پیاس سے نڈھال اور سیرابی کے لیے کاذب اقدار کے کٹورے میں بے اساس معیارات کی مے انڈلتا رہا

پیتا جارہا تھا مگر پیاس مٹ نہیں رہی تھی

اچانک بجھتی شمع کی مرتی لو کی مانند میری روح تڑپی اور جست لگا کر بھاگنے لگی

ایسا لگ رہا تھا جیسے یہ آخری موقع ہے

بچاؤ کا

بھاگتے بھاگتے میری روح خیابان شھدا میں جا پہنچی

میں سہمے سہمے قدموں کے ساتھ آھستہ اھستہ خیابان شھداء سے گذر رہا تھا۔ ھر ایک قدم پہ ایک کوچہ تھا۔

ہر قدم مانو ہزاروں ٹن بوجھ لیے ہوئے ہو

پہلا کوچہ شھید ابراھیم ھمت کا نظر آیا

شھید ھمت نے آہستہ اور دلنشین آواز میں، میرا نام لے کر مجھے صدا دی !

کہنے لگے میری وصیت اخلاص تھی !

آپ نے کیا کیا؟

میرے پاس جواب نہیں تھا؛ سر نیچے کیے میں منجمد سا ہو گیا، بہت مشکل سے خود کو حرکت دی اور آگے بڑھ گیا

اگلا کوچہ شھید عبد الحسین برونسی کا تھا

پرچم سبز پہ یاز ھرا سلام اللہ علیہا لکھ کے اس کوچہ کے سرے پر نصب کیا ہوا تھا اور عجیب حال و ھوا مرقوم تھی۔

عبد الحسین نے مجھے دیکھا تو مجھے صدا دی !

کہنے لگے: میں نے حضرت زھرا سلام اللہ علیہا سے توسل کرنے کی اور حدود خدا کی رعایت کرنے کی سفارش کیا تھا، میری زندگی اطاعت و دفاع ولایت فقیہ کا پیغام تھی آپ نے کیا کیا؟

میرے پاس جواب نہیں تھا۔ شرم کے مارے جی چاہ رہا تھا کہ فنا ہو جاوں

تیسرے کوچے پہ پہنچا! تو

شھید محمد حسین علم الھدیٰ نے نرم ملائم صدا کے ساتھ کہنے لگا :

قرآن اور نہج البلاغہ کو زندگی کے کس حصے کیلئے قرار دیا ہے ؟

میرے پاس کچھ نہیں تھا جو، جواب میں کہہ سکوں!

روح کی آنکھیں سے خون کے اشکوں نے برسنا شروع کیا سر بہ گریباں چپ سادھے گزر گیا

آگے کوچہ شھید عبد الحمید دیالمہ کا دروازہ تھا۔ شھید نے دیکھا تو بہت ہی مہربانی سے میرا ہاتھ تھام کر کہنے لگے:

لوگوں کی ھدایت کی خاطر کس قدر مطالعہ کیا ہے ؟ اپنی بصیرت کیلئے کیا کیا ہے ؟ ولایت کی دفاع کیلئے کیا کیا ہے ؟

اسطرح میرا ہاتھ شھید کے ہاتھوں میں تھا۔ مانو میں گونگا ہو گیا تھا کہنے کیلئے کچھ نہیں تھا

پانچواں کوچہ شہید مصطفی چمران کا در کھلا تھا

شہید کی مناجات کی صدائیں میرے کانوں میں گونجنے لگی۔

لیکن میرا پروردگار سے رابطہ تک نہ تھا

شہید نے مجھ پہ نگاہ ڈال کر کہا

عزیزم میں ناسا چھوڑ کر لبنان کے پہاڑوں میں آ گیا تھا

آپ نے کتنی ہجرت کرلی اب تک

اور شرمندگی کی وجہ سے سر جھکا رہ گیا

کوچہ ششم شہید عباس بابائی کا تھا

ایک عجیب ھیبت تھی اور درس دینے میں مشغول تھے۔ کہہ رہا تھے دل کی نگرانی کرو۔

تاکہ خدا کے علاوہ کوئی گھس نہ سکے اور نفس کے ساتھ جنگ کرو۔

میں اپنے آپ سے لڑنے لگا۔۔۔

اتنے میں ایک شہید بے سر کے کوچے میں پہنچ گیا

پہچاننے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ بے سر شہید حججی بولے

آقا جان میں نے ولایت کی فکر کرنے کا کہا تھا

مجھے بے حجابی سے تکلیف ہوتی ہے اور حیا تو مرد و عورت دونوں کا زیور ہے

آپ نے کتنا اہتمام کیا ہے

اور اپنے سے کم عمر مگر بلند مرتبہ شہید کی باتوں سے میں شرمساری کی کھائی میں اوندھے منہ گر گیا

خود کو کسی نہ کسی طور اٹھا کر بڑھا تھا کہ جس کوچے پہ جب پہنچا شہید ابراھیم ھادی نظر آئے اپنے تکیہ کلام کی زریعے سے جوانوں کے دلوں کو کنٹرول کیا ہوا تھے !

نوجوانوں (لڑکا / لڑکی) کو دنیائ خطر، غفلت، لغزش اور فضائ مجازی کے دلدل میں ڈوبنے سے بچا رہے تھے۔۔۔ میں نے انکے ایثار کو دیکھا۔

تو اپنے کاموں پر نگاہ کرنے لگا تو مجھے سوائے راکھ کے کچھ باقی دکھائی نہ دیا

جب نویں کوچہ پر پہنچا تو شہید عارف الحسینی نے پاس بلا لیا اور کہنے لگے

امام (خمینی رہ) نے کہا تھا نا کہ ایک دین میں دو متضاد راہیں نہیں ہو سکتیں

آپ نے میری قوم کو کتنا تضاد سے نکال لیا ہے اور میرا پارہ پارہ وجود کانپنے لگا کیونکہ میں خود ابھی تک اطاعت و عصیان کی متضاد راہوں کا راہی تھا

چپ چاپ اٹھا اور آگے بڑھنے لگا

اگلے کوچے میں شہید * قاسم سلیمانی * اور شہید مہدی مہندس ساتھ تھے۔

* شہید قاسم * * شہید ابو مہدی * سے کہہ رہے تھے

میں سب کو وصیت کر کے آیا ہوں کہ رہبر کو ہر گز تنہا نہ چھوڑنا

اور مجھے اپنی حالت یاد آنے لگی کہ مجھے تو موج مستی سے ہی فرصت نہ تھی

دونوں شھدا کے عاشقوں کی فہرستوں کی جانچ کر رہے تھے!

جو شھداء کے وصیتوں پہ عمل کرنے والے تھے۔ انکے نام کو شھید مہندس کے سپرد کیا

تا کہ سید الشھدا امام حسین ع کے حضور پیش کریں۔

باقی زبانی جمع خرچ کرنے والوں کے نام کاٹ رہے تھے اور میں نے دیکھا کہ شھدای گمنام

انکی شفاعت کر رہے تھے۔۔۔ کہ انکو ایک موقع دیا جائے شاید پلٹ آئیں اور راہ شہید اں

پہ گامزن ہو جائیں، شاید شہداء کی وصیتوں کو اہمیت دے دیں

مگر *شہید قاسم سلیمانی* کہہ رہے تھے

امام ع کو دوغلے لوگ پسند نہیں جنکے ذہن و قلب میں ہم ہوں مگر عملی پیروی طواغیت و

ھوائے نفس کی کرتے ہیں اور ان میں میرا بھی نام تھا

مجھے لگا شاید اب شفاعت کا کوئی فایدہ نہیں تھا کیونکہ حرف سے عمل تک بہت زیادہ فاصلہ

تھا اور مجھے ڈر تھا کہ کہیں انکی شفاعت کو شرمندہ نہ ہونا پڑے

اب پاؤں میں رمق باقی نہیں تھا یارب کی فریاد کے ساتھ میں گر پڑا اور خود دیکھ رہا تھا

اپنے ساتھ کیا کیا۔

ختم شد

الدین

علم منطق میں "مبادی تصوری" (تعریفات) کا مقام تمام مطالب پر مقدم ہے، "دین" اور اس سے مشابہ الفاظ کی ایک وضاحت کر دی جائے

دین ایک عربی کلمہ ہے جس کے معنی لغت میں اطاعت اور جزا کے ہیں اور اصطلاح میں اس جہان، انسان کے پیدا کرنے والے پر عقیدہ رکھنا اور ان عقائد سے متناسب دستورات عملی پر اعتقاد رکھنے کے معنی میں ہے، اسی وجہ سے وہ لوگ جو اس جہان کے خالق پر مطلق اعتقاد نہیں رکھتے اور اس جہان کی خلقت کو اتفاقی حادثہ یا مادی و طبیعی فعل و انفعالات کا نتیجہ سمجھتے ہیں انہیں "بے دین" کہا جاتا ہے، لیکن وہ لوگ جو اس جہان کے خالق پر اعتقاد رکھتے ہیں، مگر اپنے اعمال و کردار میں انحراف و کج روی کے شکار ہیں انھیں "بادین" کہا جاتا ہے، اس طرح روئے زمین پر موجودہ ادیان حق و باطل میں تقسیم کئے جاتے ہیں، لہذا دین حق یعنی ایسے قوانین کا مجموعہ جو صحیح عقائد پر مشتمل اور واقعیت کے مطابق ہوں نیز ایسے اعمال کا حکم دے کہ جن کی صحت میں کافی ضمانت پائی جاتی ہو۔

علم کلام کے ماہرین نے دین کی مختلف تعریفیں کی ہیں، دین اعتباری امور میں سے ہے اور اعتباری امور کی حقیقی تعریف (تعریف بالجنس والفصل) ممکن نہیں ہے۔ پس دین کے بارے میں علماء کی طرف سے بیان کی گئی تمام تعریفیں شرح الاسمی ہیں اور معنی کو ذہن کے قریب کرنے کا فائدہ دیتی ہیں۔

لغت عرب میں لفظ دین اطاعت اور اجزا کے معنی میں آیا ہے۔ صاحب مقاییس اللغہ کا نظریہ ہے کہ لفظ دین کی اساس عاجزی و انکساری ہے اس لیے لفظ دین کے معنی میں آتا ہے۔

اسی طرح مفردات راغب میں بھی دین کا معنی اطاعت اور جزا بیان کیا گیا ہے۔
واضح رہے کہ اطاعت اور فرمان برداری کے لازم اور ضروری ہونے کی وجہ سے شریعت اسلامیہ کو دین کا نام دیا گیا ہے

قرآن مجید میں لفظ دین مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے بعض مقامات پر روز جزاء اور حساب کے معنی میں آیا ہے جیسا کہ سورہ مبارکہ فاتحہ کی چوتھی آیت، سورہ مبارکہ صفات کی ۵۳ ویں آیت، سورہ مبارکہ واقعہ کی ۸۷ ویں آیت، سورہ مبارکہ حجر کی ۳۵ ویں آیت اور سورہ مبارکہ ذراریات کی چھٹی آیت میں لفظ دین روز جزاء اور حساب کے معنی میں آیا ہے۔

بعض مقامات پر لفظ دین نظام حیات و قانون زندگی اور شریعت کے معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ سورہ مبارکہ توبہ میں ارشاد خداوندی ہے:

هُوَالَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ

بعض مقامات پر لفظ دین اطاعت اور بندگی کے معنی میں آیا ہے جیسا کہ سورہ مبارکہ یونس میں ارشاد ربانی ہے:

﴿دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ﴾

مرحوم علامہ طباطبائی قرآن کی رو سے دین کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں
جو دنیاوی زندگی کے لیے خدا کی طرف سے بیان کی گئی خاص قسم کی راہ و روش کو دین کہتے ہیں۔ جو دنیاوی زندگی کی مصلحت کے ساتھ ساتھ کمال اخروی اور خدا کے حضور دائمی اور حقیقی زندگی کا ضامن ہو۔

بعض متکلمین نے دین کی تعریف یوں کی ہے:

''الدین ہو وضع الٰہی لاولی الالباب یتناول الاصول و الفروع''

صاحبان عقل کے لیے اصول اور فروع پر مشتمل قانون الٰہی کو دین کہتے ہیں۔

''الدین ہو الاعتراف باللسان و الاعتقاد با الجنان و العملو بالارکان''

زبان کے ذریعے اعتراف دل کے ذریعے اعتقاد اور اعضاءوجوارح کے ذریعے عمل کو دین کہتے ہیں۔

جہاں اور انسان کے خالق کا اعتقاد رکھنا اور پھر اس اعتقاد کے مطابق جہان بینی کو مشخص کرتے ہوئے جہاں بانی یعنی عملی نظام حیات کے لیے الٰہی احکام و دستورات کا قابل نفاذ و قابل عمل مجموعہ دین کہلاتا ہے۔

میں پریشان ہوں کہ آخر کیوں یہ زمین و آسمان چپ کیوں ہیں؟

میں عجب کشمکش میں ہوں۔۔۔ سماج میں ہر طرف درندگی، وحشت، بربریت، لسٹ مار مچی ہوئی ہے۔۔۔۔ ہر شخص چاہے وہ عالی طبقے سے ہو یا درمیانے یا نچلے طبقے سے سب عدم کا شکار ہے۔۔۔۔ سنا ہے کہ گزشتہ اقوام پہ انکے سیاہ کارناموں کی وجہ سے کبھی زمین کبھی آسمان سے غضب ظاہر ہوتا تھا۔۔۔ انکی پکڑ ہوتی تھی۔۔۔ وہ عبرت زمانہ بن جاتے تھے۔۔۔ مگر

آج کے سماج میں سیاہ کاریاں عروج پہ ہیں مگر

غضب کے نزول کی تمام شرائط مہیا ہیں مگر

مگر

آسمان بھی خاموش ہے۔۔۔ زمین بھی چپ سادھے ہوئے ہے۔۔۔۔ ایسا کیوں ہے۔۔۔ آج نابالغ بیٹیاں سنگسار کی جارہی ہیں۔۔۔ معصوم کلیوں کو نفس کی آگ کا ایندھن بنایا جا رہا ہے۔۔۔۔ مرض یا ادھیڑ عمری بھی کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔۔۔۔ محنت کش کی سسکنے کی طاقت بھی چھینی جارہی ہے۔۔۔۔ مفروضوں پہ امیدوں اور مستقبل کی عمارت بنائی جا رہی ہے۔۔۔ انصاف قیمت پہ بکتا ہے اور عدل کب کا دفن کیا جا چکا ہے۔۔۔۔ محافظ قاتل اور مدبر مستکبر بن چکے ہیں۔۔۔۔ آخر مجرم بھی ہیں۔۔۔۔ جرم بھی روز افزوں ترقی کرتا جارہا ہے۔۔۔۔ دلدل گہری ہوتی جارہی ہے اور پورا سماج اس میں دھنس رہا ہے۔۔۔۔

یہ کس کا جرم ہے کہ آج بیٹی عزت گنوا کر چپ سادھ لیتی ہے۔۔۔ آج بیٹے تعلیم ہو یا نوکری کم پہ چپ چاپ گزارا کرنے پہ تیار ہیں۔۔۔ آج فتوے بکتے ہیں۔۔۔ آج یہ سرکاری ملا دلال بن چکے ہیں۔۔۔ حکومتی مفادات کی دلالی۔۔۔ وڈیروں کے رکھ رکھاو کی دلالی۔۔۔ سرمایہ داروں کے منافع کی دلالی۔۔۔ ذاتی نخوت کی دلالی اور دین کے نام پہ دکانداری کی دلالی۔۔۔ یہ انکا وطیرہ بن چکا ہے۔۔۔ یہ سد سکندری سے بھی قوی ہیکل دیوار بن گے ہیں۔۔ سماجی حرکت کی راہ میں دیوار۔۔۔ میرا سوال ہے کہ کیوں آسمان بھی خاموش کے اور زمین بھی؟؟؟؟؟ ظالم کو عدالت نہیں تو فطرت تو پکڑ سکتی ہے۔۔۔ ظلم کے معاون دھندناتے کیوں پھر رہے ہیں۔۔۔ کیوں

کیوں؟؟؟؟؟

آخر کیوں؟؟؟؟؟

آج جوان نسل الحاد کی جانب جارہی ہے۔۔۔ دین اور دینداری ایک بکواس عنوان نظر آتے ہیں۔۔۔ لذتیں حاصل کرنا ہدف بن کر رہ گیا ہے۔۔۔ روز ظلم و بربریت کے قصے ہم سنتے ہیں۔۔۔ دیکھتے ہیں۔۔

۔ مگر سماج خاموش ہے۔۔۔ آسمان بھی خاموش کے اور زمین بھی خاموش؟؟؟؟؟ اس خاموشی میں میرا دم گھٹنے لگا ہے۔۔۔ اتنا جمود تو پتھروں میں بھی نہیں پایا جاتا۔۔۔

ایک بات تو طے ہے کہ انسانی سماج ہمیشہ سے ایسا نہیں تھا ورنہ ماضی میں جن پہ عذاب آتے رہے نہ آتے۔۔۔ اس سماج کو جمود زدہ کیا گیا ہے۔۔۔ اگر یہ سماج کسی کی محنت سیاہ سے جمود زدہ ہو سکتا ہے تو کوئی اسکو حرکت میں بھی لا سکتا ہے۔۔۔ اور جب تک سماج حرکت نہیں کرتا نہ آسمان سے کوئی حرکت ہو گی نہ زمین سے۔۔۔ درندے

سرعام دھندناتے پھرتے رہیں گے اور مظلوم چپ چاپ موت سے بدتر زندگی بسر کرتے رہیں گے۔۔۔ آج ہم جو آخری رد عمل دکھاتے ہیں وہ شوشل میڈیا پہ ہے۔۔۔۔ پوسٹ ۔۔۔۔ شئیر۔۔۔۔ کمنٹ۔۔۔۔۔ اور یہ سب بھی عادتاً کرتے ہیں چونکہ ہر نئی اور انوکھی چیز دیکھ کے یونہی کرنا ہماری عادت ہے۔۔۔۔ انسان کا درد ہم کو اتنی دیر کے لیے بھی نہیں ہوتا۔۔۔۔ جتنی دیر کے لیے ٹیکہ لگوانے پہ سوئی کی چبھن کا ہوتا ہے۔۔۔۔ جبکہ پہلے سماجوں میں کم از کم ایک ایسا فرد ہوتا تھا جس کے لیے ظلم ناقابل برداشت ہوتا تھا۔۔۔۔ خدا کا شکر ہے کہ اسکے پاس سوشل میڈیا نہیں تھا۔۔۔۔ وہ تنہا بھی ظلم کی مذمت اور درندوں کے مقابل مزاحمت کرتا جسکا نتیجہ موت یا قید ہوا کرتی تھی مگر اسکی غیرت کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ آسمان اور زمین میں حرکت شروع ہو جاتی تھی۔۔۔۔ ظالم فرار کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے تھے مگر آج۔۔۔۔

مگر آج ہم سب کے سب بے حس ہو چکے ہیں شدید طریقے سے بے حسی کا شکار ہیں۔۔۔۔ اس میں اگر کوئی مرد قلندر اس مرض کا معائنہ اور معالجہ کرنے کے لیے اٹھے تو کنعان کے نبی زادوں والے بھیس بنائے ظلم اور جمود کے دلال اسکے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔۔۔۔ یہ گندگی کے وہ کاکروچ ہیں جنکی جنت یہ گٹر سے زیادہ بدبودار اور غلیظ جامد و ساکت سماج ہے۔۔۔۔۔ انکو نظافت سماج اور طہارت نظام میں۔۔۔۔ میں اپنی موت دکھائی دیتی ہے۔۔۔۔ یہ ان بنیادوں کو منہدم کرنے میں روکاوٹ ڈالنے لگتے ہیں۔۔۔۔ جن بنیادوں نے شمشان گاٹ سے زیادہ ویران معاشرہ تشکیل دیا ہے۔۔۔۔۔ یہ ظلم و جبر کے ساتھ کلمہ گو بنانے پہ تو راضی نظر آتے ہیں۔۔۔۔ فتویٰ نکالنا انکے لیے۔۔۔۔ شعبدہ باز کے ٹوپی سے کبوتر نکالنے سے کہیں آسان تر ہے۔۔۔۔۔ مگر رشد و غی کے مابین تبیین

کرنے کے لیے کوئی اقدام ہونے لگے۔۔۔ تضاد کھولنے کی کوشش کی جانے لگے۔۔۔ تاکہ نسلیں ان دلالوں کی تعمیرات کے تہہ خانوں میں قید حقائق کا زیبا چہرہ دیکھ سکیں اور انکو خدا سے قربت میں کوئی کراہت و اکراہ محسوس نہ ہو تو۔۔۔۔۔ یہ چیخنے لگتے ہیں ۔۔۔۔ ایسے ہی تالیوں اور ڈھالوں پہ تلواریں مار مار کے شور بپا کرتے ہیں۔۔۔۔ جیسے انکے پیشرو کیا کرتے تھے۔۔۔ ان کو زمین و آسمان کی خاموشی پہ یہ کہتے سنا گیا ہے کہ ہمارے پیغمبر نے دعا کی تھی کہ ہم پہ عذاب نازل نہ ہو۔۔۔۔۔ آخ! توہین کی انتہا ہے ۔۔۔ کیا کوئی پیغمبر ظلم کے جاری رہنے کی دعا دے گا۔۔۔ کیا کوئی پیغمبر ظالموں کی طویل تر حیات کی تمنا کرے گا۔۔۔ کیا کوئی پیغمبر النظافۃ من الایمان کا اعلان کرنے کے بعد غلاظت بھرے سماج کی برقراری کا متمنی ہو گا؟؟؟؟؟؟ افسوس یہ آیات و روایات کو اپنے غلیظ ابدان سے رستی غلیظ رطوبتوں پہ ملمع کاری کے لیے استعمال کرتے ہیں۔۔۔ آج پھر سے جاگنا ہو گا۔۔۔ صدائے غیرت کو عالمگیر بنانا ہو گا۔۔۔ سوشل میڈیا پہ مذمت اور عبادتوں کے بعد فقط بددعاوں سے آگے بڑھنا ہو گا اگرچند بھی بڑھے تو انکا انجام بے شک نینواہ میں پڑے بے گور و کفن لاشوں کا سا ہو مگر انکی غیرت کا نتیجہ آسمان و زمین کی حرکت ہو گی۔۔۔ ان روحوں کی حرکت ہو گی جنکو چپ اور کچھ نہ کر سکنے کے شیطانی منتروں نے پتھر کا بنا دیا ہے۔۔۔۔ یہ سماج مطلوبہ سماج نہیں ہے۔۔۔ اسکی بخیہ گری۔۔۔ اسکی نابودی لازم ہے۔۔۔۔ کچرے کے ڈھیر پہ ہسپتال بنانے سے مریض شفایاب نہیں ہوتے بلکہ طبیب بھی بیمار ہو جاتے ہیں۔۔۔ سوچیں۔۔۔ شاید کوئی مرد قلندر اس بت خانے کے بتوں کو پاش پاش کرنے کے لیے پر تول رہا ہو۔۔۔ شاید کوئی یتیم و تنہا انسان کو انسان کی غلامی سے آزادی کا پروانہ لے کر گلی گلی گھوم رہا ہو۔۔۔

تلاش کریں۔۔۔۔شاید مل جائے۔۔۔شاید مل ہی جائے۔۔۔۔اگر نہ بھی ملے تو جو کر سکتے ہیں وہ کریں۔۔۔۔ آپکی حرکت سے۔۔۔۔ آپ اس سے جاملیں گے۔۔۔۔چاہے آپ فارس میں ہوں۔۔۔۔یمن میں ہوں یا کنعان میں ہوں۔۔۔۔۔سماج کی اساسی اقدار کی تبدیلی اور نئی پاکیزہ بنیادوں پہ سماج کی تشکیل لازم ہے جہاں سماج سے نظام تک نئے دن کی ضو میں درخشاں ہوں اور یاد رکھیں یہ عین ممکن ہے!

انسان کی سب سے پہلی گمراہی

تاریخ یہی بتاتی ہے کہ انسان کی سب سے پہلی گمراہی دین کی شناخت اور تعریف میں ہوئی ہے اور یہی سے جو بگاڑ پیدا ہوا وہ پوری عمارت کو بدصورت بنا دیتا ہے۔

شناخت دین اور معرفت دینی کے سفر میں اولین منزل خود دین کی درست پہچان کی ہے۔
خیالات، تصورات، توہمات، خرافات، آبائی رسومات کے ملاپ سے جو شئے ہمارے اذہان میں بطور دین بھری گئی ہے اور جس پہ اصل دین کا حصہ بس اتنا ہے جتنا حلوائی کے حلوے پہ چاندی کے ورق کا یعنی فقط آرائش کے لیے اصل دینی اصطلاحات و چند چیدہ چیدہ چیزیں اور نیچے یہی لوکل پروڈکٹ۔۔۔۔۔ جسکا نتیجہ آج انسان کی کنفیوژن کی شکل میں سامنے ہے کہ انسان متدین ہونا چاھتا ہے مگر نہیں ہو پاتا، جو متدین ہو جاتا ہے اسکو وہ نتائج نہیں ملتے جنکا وعدہ دین نے کیا ہے۔۔۔۔۔

اس لیے سب سے پہلے خود دین کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے کہ دین کیا ہے؟ دین کی صحیح تعریف ہمارے پاس ہونا چاہئے تاکہ اس کی بنیاد پر ہم اس کے حدود معین کر سکیں

اس سلسلے میں بعض لوگوں نے سعی فرمائی ہے مگر ایک دوسرے عنوان سے وہ اس طرح کہ آیا انسان کو دین کی ضرورت ہے یا نھیں؟

اس چیز کو مورد بحث قرار دیتے ہیں اور اس سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ دین کی انسان کی زندگی میں کیا دخالت ہے " مثلاً دین سے ہماری امیدیں " یعنی دین سے ہماری امیدیں حداقل درجہ پر ہیں یا حداکثر درجہ پر یعنی کیا دین انسان کی تمام زندگی کے مسائل کو شامل ہوتا ہے؟ یا یہ کہ انسان کی زندگی کے بعض پہلوں کو شامل ہوتا ہے، بقیہ امور میں

انسانی زندگی کے اکثر مسائل کو عقل و علم اور لوگوں کی مرضی کے مطابق حل ہوتے ہیں۔

وہ حضرات جو دین کو فقط عبادات واخلاقیات و فقہی احکامات تک محدود سمجھتے ہیں اور اجتماعی حیات میں دین کے عملی و قانونی نفاذ کی ضرورت کے قائل نہیں اور اس لیے حکومت اسلامی کا قیام جو کہ بدیہات اسلام و اساسیات تشیع میں سے اس کو نظر انداز کرتے ہیں اور دین کو حکومت و سیاست (علم الاجتماع سوشولوجی و دین کی تعریف کے مطابق سیاست یعنی نفاذ قوانین و تدبیر امور حیاتِ اجتماعی) سے الگ گردانتے ہیں جس وقت انھوں نے دین کی تعریف فرمائی تو ایسی تعریف کی جو سیکولریزم کے عقیدہ کے موافق تھی مثلاً دین کی یوں تعریف فرمائی کہ

دین یعنی انسان کا خدا سے معنوی رابطہ یا اس سے ایک قدم اور آگے رکھا اور کہا دین وہ چیز ہے کہ جو انسان کی آخرت (اگر آخرت کو قبول کرتا ہو) کی زندگی میں موثر اور کارگر ہو، یعنی دین کا کام یہ ہے کہ انسان کی زندگی کو آخرت سے ہم آہنگ کرے۔

اور یہ بات واضح ہے کہ اگر دین کی اس طرح تعریف کی جائے تو پھر یہ کہنا بہت آسان ہے کہ دین کا سیاست و قیام حکومت اسلامی سے کیا رابطہ ؟

سیاست کا خدا سے انسانی رابطہ کا کیا دخل؟

سیاست تو صرف انسانوں کے درمیان ایک دوسرے سے رابطہ کو بیان کرتی ہے، اور سیاست دین سے الگ ہے، سیاست انسان کی دنیاوی زندگی سے متعلق ہے اور اس کا عالم آخرت سے کوئی رابطہ نہیں ہے اور اگر دین کے حدود صرف یہ ہوں کہ جہاں انسان کی عقل سمجھنے سے قاصر رہے اور جہاں عقل خود فیصلہ اور قضاوت نہ کر سکتی ہو تو پھر وہاں

دین سے کوئی رابطہ نہیں کیونکہ دین کے حدود وہاں تک محدود ہیں کہ جہاں پر عقل کی رسائی اور پہنچ نہ ہو۔

لہٰذا اگر ہم نے دین کی مذکورہ تعریف کے مطابق اس کے حدود کو محدود کر دیا اور اس بات کے قائل ہو گئے کہ جن مسائل کو ہماری عقل حل کر سکتی ہے وہاں دین کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور ہم کو دین کی ضرورت وہاں ہے کہ جہاں ہماری عقل مسائل کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے سے عاجز ہو، چنانچہ جیسے جیسے زمانہ گزرتا جارہا ہے اور انسان ترقی کررہا ہے دین کی ضرورت کم ہوتی جارہی ہے چونکہ اس بنیاد پر دین کی ضرورت وہاں ہے کہ جہاں عقل ان مسائل کو سمجھنے اور ان کو حل کرنے سے عاجز ہے۔

چونکہ شروع میں انسان علم وتمدن نہیں رکھتا تھا، لھٰذا اس کو دین کی ضرورت بہت زیادہ تھی اور چونکہ انسان خود اپنی عقل سے مسائل کو نہیں سمجھ سکتا تھا لھٰذا اس کو دین کی ضرورت تھی اور اہستہ اہستہ اس کو دین کی ضرورت کم ہوتی گئی، اور اس آخری زمانہ میں انسان کو دین کی ضرورت تقریباً نہیں ہے، ھاں بعض ان جزئی مسائل میں ہے جن کو عقل انسان ابھی تک سمجھنے سے قاصر ہے اور کوئی امید بھی نہیں ہے کہ ان کو جلد ہی حل کر لیا جائے گا، ان مسائل میں ابھی بھی دین کی ضرورت ہے، (افسوس کہ یہ وہ لوگ ہیں جو مسلمان ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور پھر یہ اعتراض اور اشکال کرتے ہیں کہ اس وقت چونکہ عقل بشری کامل ہوگئی ہے،

لہٰذا اب دین ووحی کے قوانین کی ضرورت نہیں ہے) بہر حال مذکورہ دین کی تعریف کے مطابق نتیجہ یہ ہوگا کہ سیاست کا دین سے کوئی رابطہ نہیں ہے، اور جب ہم عقلی

کوششوں اور عقلی استدلالوں کے ذریعہ تمام اجتماعی مسائل کو حل کرسکتے ہیں، تو پھر دین کیا ضرورت ہے ؟

المختصر یہ کہ اب تک جو ہم نے بیان کئے وہ اس سلسلے کے چند اعتراضات اور اشکالات تھے دین کی جو یہ مذکورہ تعریف کی گئی ہے اور اس کی بنیاد پر دین کو فقط اخروی زندگی سے مربوط اور خدا سے انسانی رابطہ مانتے ہیں یہ تعریف قرآن و سنت و سیرت معصومین ع کی نظر میں باطل اور بے نیاد ہے اور یہ نظریہ کہ دین سے سیاسی مسائل کا یعنی انسان کے سیاسی مسائل کا خدا سے کوئی ربطہ نہیں یہ ساری چیزیں انسان اور خدا کے روحانی رابطہ سے جداگانہ ہیں یہ بھی بے بنیاد اور بے ہودہ گفتگو ہے اور اس کا حقیقت دین سے کوئی ربط نہیں۔

یہ دراصل وہ نظریہ ہے جسکی بنیاد رحلت رسول اللہ ص کے بعد پڑی تھی کہ دین نے انسان کو قوانین اجتماعی دیے ہیں مگر حاکم کا انتخاب عوام کی مرضی پہ چھوڑ دیا ہے، یہی تدریجاً ارتقاء کرتے ہوئے اس منزل پہ آیا جسے دین کی سیکولر تعریف کہا گیا ہے کہ انسان اپنے اجتماعی امور میں قوانین حیات کے لیے خدا و وحی کا محتاج ہی نہیں ہے اور دین فقط ثواب و عقبیٰ طلبی کا نام ہے یہ دین کی نامکمل تعریف ہے

دین کی مکمل تعریف یہ ہوگی کہ دین وہ طریقہ ہے جو انسان کو صحیح رفتار و کردار پر گامزن رکھے یعنی اس طرح انسان کو بنادے کہ جس طرح خدا چاہے یعنی اگر انسان اپنے اعتقاد اور اپنی فردی و اجتماعی زندگی میں خدا کی مرضی کے مطابق قدم اٹھائے تو ایسا شخص دیندار ہے اور اسکے مقابل اگر انسان کا عقیدہ خدا کی مرضی کے مخالف ہو اور ان عقائد کو قبول کرے جو خدا کو ناپسند ہیں یا اس کی انفرادی و اجتماعی زندگی کے اعمال و رفتار خدا

پسندانہ ومطابق شریعت نہ ہوں بلکہ اسکی انفرادی واجتماعی زندگی کے اصول کسی
دوسرے منبع سے حاصل کیے گے ہوں تو اس کا دین بھی ناقص ہو گا خلاصہ یہ کہ دین
کامل انسان کی تمام انفرادی واجتماعی ضرورتوں کے حل کو شامل رکھتا ہے۔ اگر کوئی طلبگار
ہو تو!

اقبالؒ کا دن ۲۰۲۰ میں

آج کیا ہے! کیا ہے آج ؟ آپ بھول گے، یہ بھی!
کرونا کرونا کا رونا ہی لگا رکھا ہے
بھول گے آج کا دن مگر مجھے یاد ہے
آج اسکا دن ہے جسکو یہ قوم عرصہ پہلے بھلا چکی ہے
اسکی سوچ اسکی راہ اسکا پیغام تو
لیا ہی نہیں کہ بھلانا ہی نہ پڑے۔ملاءِ قوم بڑے ہشیار نکلے
آج یہ جو خارش زدہ کتے والی ہو گی ہے نا
73سالوں میں اسکی وجہ ہے۔گناہ ! گناہ عظیم
نماز روزے کی بات نہیں کر رہا۔کدی تے عقل نوں ہتھ ماریا کرو
کفران نعمت جسکا پھل ہے عذاب شدید ! اگر تم میری نعمت کا کفران کرو
تو یاد رکھنا ہمارا عذاب کیسا ہے،وبا تو جہاں سے جیسے بھی آئی
یہ ذلت و رسوائی کشکولی حالت۔جو کہ سماجی فاصلوں کے بعد مزید
اقرب من حبل الورید ہتی جائے گی
اسی وجہ سے ایک ہی وجہ ! اسکو اسکی راہ کو
روش و فکر کو فراموش کر دینا جسکا دن ہے آج یوم وصالِ حق
21اپریل 1938-2020
اقبال مبارک ہووی
جان چھٹ گی تیری اناں ناقدریاں توں!

اِستِدرَاج

جس کا معنی اللہ تعالی کا عذاب آہستہ آہستہ قریب ہونا ہے۔ استدراج ان گناہگاروں کے لیے ہے جو اللہ کا شکر بجا نہیں لاتے ہیں۔ روایات کی روشنی میں جس شخص کو اللہ تعالی ہمیشہ نعمتوں سے نوازتا ہے لیکن وہ شکر نہیں کرتا ہے اور اپنے گناہوں پر مصر ہے تو یہ شخص استدراج سے دوچار ہوتا ہے۔

شہید مرتضی مطہری کا کہنا ہے کہ استدراج کی سنت کے مطابق جس شخص کو نعمتوں سے نوازا جاتا ہے یہ استدراج کی دلیل نہیں ہے بلکہ ان نعمتوں کے مقابلے میں انسان کا عکس العمل استدراج کو معین کرتا ہے۔ «استدراج» ایک قرآنی اصطلاح ہے اور عربی زبان میں عذاب کا آہستہ آہستہ نزدیک ہونے کے معنی میں ہے؛ لیکن اسلامی تہذیب میں یہ ایک الہی سنت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی لاپرواہ گناہگاروں کو آہستہ آہستہ عذاب میں مبتلا کرتا ہے؛ یعنی جتنا گناہ زیادہ کرے گا اسی حساب سے نعمتیں بھی زیادہ ملیں گی اور وہ اسی نعمت کے باعث زیادہ غرور اور غفلت میں مبتلا ہوگا اور آخرکار سخت عذاب ہوگا۔

قرآن مجید میں استدراج کا مضمون «سَنَستَدرِجُهُم» (بتدریج انہیں مبتلا کریں گے) کے فعل کی شکل میں دو مرتبہ بیان ہوا ہے: ایک سورہ اعراف کی آیت 182 میں اور دوسرا سورہ قلم کی آیت 44 میں۔

سورہ اعراف کی 182 ویں آیت میں یوں بیان ہوا ہے کہ: «اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں (نشانیوں) کو جھٹلایا ہم انہیں بتدریج (آہستہ آہستہ ان کے انجام بد کی طرف) لے جائیں گے کہ انہیں اس کی خبر تک نہ ہوگی۔

امام صادقؑ:- «جب بھی کوئی بندہ گناہ کرتا ہے اور اس کے مقابلے میں نعمتیں اسے زیادہ ملتی ہیں اور وہ نعمتیں اسے استغفار کرنے سے مانع بنتی ہیں تو یہ استدراج ہے اور وہ شخص یہ نہیں جانتا ہے کہ یہ استدراج ہے اور آہستہ آہستہ اس میں مبتلا ہو رہا ہے۔ کلینی، الکافی، ۱۴۰۷ق، ج ۲، ص ۴۵۲

بعض محققوں کا کہنا ہے کہ قرآن مجید میں انفرادی استدراج کے علاوہ سوشل اور اجتماعی استدراج کا ذکر بھی آیا ہے۔ اس قسم کی استدراج کے لئے ذکر ہونے والی آیات میں سورہ حج آیت 48 ہے: اور کتنی ہی ایسی بستیاں ہیں جن کو میں نے مہلت دی۔ حالانکہ وہ ظالم تھیں۔ پھر میں نے انہیں پکڑ لیا اور (آخر کار) میری طرف لوٹ کر آنا ہے۔ احادیث کے مطابق بعض اوقات نعمتیں استدراج کی نشانیاں ہیں۔

اسی طرح کافی میں ایک اور روایت نقل ہوئی ہے جس میں ایک شخص امام صادقؑ سے پوچھتا ہے: اللہ تعالی سے مال مانگا، عطا کیا، اولاد مانگی، عطا کیا، مکان مانگا، اس نے عطا کیا۔ اب مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میری ان دعاؤں کی استجابت استدراج کی وجہ سے نہ ہو۔

امام صادقؑ نے جواب میں فرمایا کہ اگر ان نعمتوں کا شکر ادا کیا تو استدراج نہیں ہے۔

چھٹی صدی ہجری کے اہل سنت مفسر اور متکلم، فخر الدین رازی کا کہنا ہے کہ گناہگار انسان کو خارق العادہ اور سخت امور انجام دینے کی طاقت ملنا استدراج کی نشانیوں میں سے ہے۔

مرتضی مطہری کا کہنا ہے کہ صرف نعمتوں کا ملنا ہی استدراج کی علامت نہیں بلکہ ان نعمتوں کے مقابلے میں عکس العمل سے معلوم ہو گا کہ استدراج میں مبتلا ہیں یا نہیں۔ اگر ان نعمتوں کا شکر ادا کریں اور انہیں ایسے راستے میں خرچ کریں جس میں اللہ تعالی کی خوشنودی ہے تو یہ استدراج نہیں ہے

لیکن اگر ان نعمتوں کی وجہ سے مغرور ہوئے یا ان کے استعمال میں اسراف کر بیٹھے یا انہیں غیر شرعی امور میں خرچ کریں تو استدراج میں مبتلا ہونگے۔

تفسیر المیزان میں علامہ طباطبایی کے کہنے کے مطابق سورہ آل عمران کی 178 ویں آیت استدراج کی سنت کو بیان کرتی ہے جس میں یوں کہا گیا ہے « اور کافر یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ ہم جو انہیں ڈھیل دے رہے ہیں (ان کی رسی دراز رکھتے ہیں) یہ ان کے لیے کوئی اچھی بات ہے یہ ڈھیل تو ہم صرف اس لئے انہیں دے رہے ہیں کہ وہ زیادہ گناہ کر لیں۔ (آخرکار) ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

خط

خدا کے ایک بندے

اور گنہ سے مزین گنہ گار خواستگار توبہ انسان کا

عالم اسفل سے

ڈاک خانہ عالم بالا کو بنام یشوع مسیح ناصری

شالوم علیکم

پیارے انکل یشوع

کیا حال ہے آپکا؟ امی جان ٹھیک ہیں؟ میر اسلام پیش کیجیے گا

ویسے میں تھوڑاناراض ہوں آپ سے

یہ کیسا رشتہ ہے ہے کہ 2000 سال پہلے آ کر چلے گے اور اب شاید میرے مرنے کے

2000 سال بعد آئیں گے

مجھ سے کیوں نہیں ملے

میرا زمانہ خالی کیوں ہے

امام عج بھی غیبت میں

ولی امر بھی دوسرے ملک

آپ بھی غیبت میں

ایسے تھوڑی ہوتا ہے

آج کل میرے زمانے میں آپ ایک ہاٹ ایشو بن چکے ہیں

اور آپ کے نام پہ طرح طرح کے چورن بک رہے ہیں

اگر یہ سب جو آپ کے نام پہ ہو رہا ہے

اگر آپکا ہوتا تو

مگر نہیں

یہ نام استعمال کرتے ہیں

ویسے ابھی آیئے گا نہیں

کیوں کہ کہاں آئیں گے آخر

کیتھولک میں پنٹی کوسٹلز میں

بیپٹسٹس میں سالویشن آرمی میں اونلی جیز ز میں تثلیثیوں میں تثنیوں میں یہواہ کے

گواہوں میں ابیونیوں میں آرتھوڈوکس میں نیولائف والوں میں۔۔۔۔۔۔وغیرہ وغیرہ

کیونکہ یہ تو ایک دوسرے کے ہاں نہیں آسکتے

کہیں پھر مخالف بندہ کہہ کر نہ لٹکا دیں آپکو

ویسے یشوع انکل یہ سولی کا کیا چکر ہے

کبوتر آتا تو سب نے دیکھا تھا جاتا نہیں دیکھا

کہاں گیا وہ؟

یار خود کو بچا تو لیتے

جب اختیار زمین و آسمان تھا

تو ایسے ہی معاف کر دیتے نہ

اب دیکھیں اس سولی کی موت کے چکر میں کتنوں کی موت ہو گی

اچھا چلیں رہنے دیں

ایک راز کی بات بتائیں

قسم سے میں کسی کو بھی نہیں بتاؤں گا

گاڈ پر امس

یہ بتائیں کہ مریم مگدلینی کہاں ہیں

انکو بھی ساتھ لے گے کیا؟

وہ آپکو چاھتی تھیں نا؟

مجھے تو لگتا ہے

کچھ تو تھا

سچ بتایے گا

وہ آپ کامل انسان تو ہیں نا پھر کامل انسان میں محبت بھی ہوتی ہے کسی کو تو دل دینا چاہیے نا

کیونکہ یہ انسان کی شخصیت کا حصہ ہے

سب کی شادیاں ہوئیں

سب کے بچے ہیں

مگر آپ

سچ سچ بتائیں

کسی کا خوف تھا کیا جو چھپایا

میں نے ڈان براؤن کا ناول بھی پڑھا ہے

ویسے اگر آپ آنٹی کے ساتھ واپس آئے بادلوں سے تو

یہاں تو سب کی سٹی گم ہو جانی ہے

کہتے ہیں آپ نے میرے لیے جان دی

ویسے کیا یہ سچ ہے یا ان کی بنائی ہوئی باتیں ہیں

میں نے جو گناہ نہیں کیے تھے

میں تو تھا بھی نہیں تو میرے گناہوں کا کفارہ کیسے ادا کر دیا

ویسے یہ کفارہ بھی خوب پراڈکٹ ہے

کچھ بھی کرو

سزا کے بدلے کفارہ ہے ناا گر ہے تو

جواب ضرور دیجیے گا

اور پلیز اب ویسے مت رویے گا جیسے گتسمنی میں روئے تھے

بلیڈنگ خون کے آنسو

اوہ مائی گاڈ

ویسے وہ کون سا درد تھا جس نے یہ خون رلایا آپکو

مجھے اپنی بائبل کی فوٹو کاپی کروا کے بھیج دیں

آٹو گراف کے ساتھ۔ پلیز ! مجھے بہت اشد ضرورت ہے

میں یہ طرح طرح کی باتیں سن سن کے پک گیا ہوں

فوٹو کاپی اور پوسٹل چارچز کے پیسے میں ایزی پیسہ کروادوں گا

خدا حافظ

آپکا اپنا چاہنے والا

جو لیٹ پیدا ہو کر جلدی مر جائے گا

ایک انسان

پیارے بچو!

میرا وطن جسکو غلطی سے اقبال کا پاکستان کہہ کر نئے اذہان کو پرانی فکری فحاشی میں مبتلا کیا جاتا ہے

جبکہ اقبال کا تصورِ وطنیت اور تصورِ پاکستان موجودہ دلدل سے اتنا ہی دور ہے جتنا دھرتی ماتا سدرۃ المنتہیٰ سے

آؤ بچو! سیر کراوں تم کو پاک استان کی

جہاں نام ہے رحمان کا اور چلتی ہے شیطان کی

صلیب اور ہلال قاتلانہ حملے میں ہونے والی فائرنگ سے شدید زخمی حالت میں ہیں

فادر کے سینے سے چمٹی بائبل سہمی سہمی ہے

اور غلافوں میں دفن مٹی سے آٹے قرآن کی آیاتِ الٰہی مخلوق الٰہی کے خون سے اکثر وضو کرتی ہیں

جہاں مسجد و امام بار گاہ، کلیسا و گردوارے اور مندر کے دُکھ سانجھے ہیں

یہاں دین صرف کتابوں میں ہے اور کتابیں الماریوں میں ہیں، اخلاق بھائی اور عقل باجی آبِ حیواں کی تلاش میں نامعلوم منزل کو جا چکے ہیں

انسانوں کے ہجوم میں انسانیت کے لئے جگہ ہی نہ بچی اور بچے ہی بچے پیدا ہوتے جارہے ہیں

دین محمد ص کو دین ملا سے بدل دیا گیا

بٹیر کے نام پر کوے روسٹ ہورہا ہے

یہاں دلال دانشور اور دانشور دلال قرار پاچکے ہیں

قیادت نااہلوں کے ہاتھ میں اور نااہل جاھلوں کے سروں پہ مسلط ہیں

جہاں کے سیناپتی کبھی اپنے ملک کے ٹکڑے کرتے ہیں تو کہیں رکھشس سے راکھشس بن کر دنیا کے مختلف علاقوں میں مسلمانوں کا خون بہاتے ہیں

یہاں دولت باپ اور قدریں پاپ بن گئیں

اہلِ مصر نے پیغمبر نیلام کیا، یہ "پیغام" نیلام کر رہے ہیں ، وہ بھی بے دام !

یہ کشمیر، فلسطین، یمن، ہندوستان اور حجاز کے مظلوموں کے لیے دعاوں کے سوا کچھ نہیں کرتے

انکے حکمران کی اوقات مذمتی بیانیے تک کی ہے اور عوام کا وزن ایک ووٹ تک کا

ان کا ایٹم بم اور عظیم افواج و ادارے مظلومین جہاں کی عملی نصرت کرنے کے بجائے اپنے ڈربوں میں بند ہیں تاکہ اپنے انڈوں سے نئے بچے نکال سکیں

اور انکے اہل علم عوام کو شیخ چلی کے خواب دیکھانے میں مگن ہیں

یہاں نکاح مشکل اور زنا آسان ہے... تکفیر آسان اور تحقیق جرم ہے

یقین جان لو کم ایک بے غیرت بیمار سماج کو فروغ دے رہے ہیں اور اسکا انجام بے نام و نشان ہو جانا ہے

اور ایسی قومیں دوسرے جہانوں کی مخلوقات کے صحیفوں میں بطور عبرت مذکور ہوتی ہیں

یا اولی الابصار

کیا دو ہی تھے؟

آج شہید مرتضی آوینی سردار شہداء اہل قلم کی ڈائریکٹڈ سیریل روایت فتح دیکھ رہا تھا

اچانک ایک خیال

جیسے اندھیرے میں بجلی چمک اٹھے

کیا؟؟؟ ارے بھائی بس کردو

ایسے نہیں سوچتے

بہت کہا

بہت شور کیا

بہت واویلا کیا

مگر

ذھن و قلب نے مل کر

تلقینات و تحفظات و توہمات

کے سارے احتجاج کو بے اثر کر دیا

یہ جب دفاع مقدس کی 8 سالہ جنگ ہو رہی تھی

جب اسلامی سرزمین پہ

غربی و عربی و عبری ایما پہ

صدام نے حملہ کیا

جرم

ولایت کے نظام کا قیام

تو اس وقت

عراق میں شھید صدر و شھید حکیم نے تو فتویٰ دیا

اور اسی پاداش میں قافلہ شھداء میں شامل ہو گے

مگر باقی!

ایران میں بھت سے تھے جو اپنے قائد و امام خمینی کبیر کی اطاعت میں کوئی نہ کوئی ذمہ داری ادا کر۔ رہے تھے

مگر مطیع تھے

ان میں سے اکثر شھید ہو گے

جو بچ گے

وہ راہ شھداء پہ گامزن ہیں

مگر باقی؟؟؟؟

جو کسی کی اطاعت میں نہیں

جو اپنی موج مستی میں گم

ای ایم سوری یعنی

اپنی روزمرگی کی مرگی میں غرق تھے

انکا کیا؟؟؟؟؟

جب ولایت کے نظام کے خلاف

جب حرمین قم و مشھد کے خلاف

جب مسلمان ملک کے خلاف

جنگ شروع ہوئی

تو ایک آیت اللہ ایک مجتھد ایک فقیہ تو اپنے رہبر و قائد خمینی بت شکن کے فرمان پہ

محاذ پہ اکثر دکھائی دیا

وردی میں

مسلح

مگر کیا وہ جو آج سب کو سب برابر لگتے ہیں

سب یکساں

سب ایک مرتبے کے ستاروں کی مانند

ان سے ایک سوال ہے

کیونکہ وہ اکثر مجھ سے بزرگ ہیں

ان سے سوال ہے

یہ ایک فقیہ ہی کیوں؟

یہ ایک مجتہد ہی کیوں؟

یہ ایک آیت اللہ ہی کیوں؟

محاذ پہ ہے

ولایت کے دفاع میں

وطن کے دفاع میں

اسلام کے دفاع میں

مسلمین کے دفاع میں

قم و مشھد کے دفاع میں

اپنے قائد ورہبر خمینی کبیر کی اطاعت میں

باقی؟؟؟؟؟

کیا دو ہی مجتھد تھے

ایک جو قیادت کی ذمہ داری نبھا رہا تھا

اور ایک وہ جو جواد خامنہ ای کا فرزند تھا!

کیا یہی تھے

جب یہ فرض تھا

ولایت کا۔ دفاع

اسلام و مملکت کا۔ دفاع

کیا یہی تھے

جو حرکت کر سکتے ہوں

صحتمند ہوں

شرعی عذر نہ رکھتے ہوں ؟؟؟؟اور جب وہ ایک

سیرت اھل بیت ع پہ گامزن رہا

وہ کیا کسی کو آج حق بنتا ہے کہ

سب ایک جیسے ستاروں کی مانند ہیں کا ورد کرے

کیا فضل اللہ المجاھدین علیٰ القاعدین درجہ کی آیت نہیں مل رہی

یا پڑھی نہیں

پڑھی تو ہو گی یار!

ایسا بھی نہیں ہے

اسی آیت سے تو بدر و احد و خندق و خیبر و تبوک و حنین

اور سیرت نبوی کی تمام غزوات

کے علمدار و مین آف دی وار

یعنی مولاع کی برتری ثابت کرتے رہے ہیں یہ

کہ دیکھو وہ ہر۔ جگہ تھا

ہر جگہ لڑا بھی

اور اسی آیت کے اصول سے تو یہ

سب ستاروں کی مانند ہیں کا در کرتے ہیں

تو اب انکی سوچ و زبان پہ ابلے پڑ گے کیا؟؟؟؟؟

آپ بھی سوچیے

تاریخی دائرہ

تاریخی دائرہ گھومتا ہے

جی بلکل

آج بھی ہمارے اصحاب میں

ایسے ہیں چند لوگ

جو اپنے بتوں کی محبت دلوں میں

اور انکی مورتیاں بغلوں میں چھپائے

توحیدیوں کی صفوں میں آبیٹھے ہیں

اب ان کے لیے بھی شاید اترنے کو ہے

حکمِ رفع الیدین

کچھ لوگ اگرچہ چند ہزار کی آبادی والے مدینہ کو

ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں اور انکا تاریخی خیال ہے کہ

ان کے بزرگانِ بزرگوار تو مدیران جہاں ہیں

کہاں وہ کہاں یہ مگر بدگمانی و بدزبانی کے اسیروں کو تذکر دیتے چلیں

یہ چھوٹی سی چند ہزار کی آبادی والی مدنی ریاست

چونکہ امامت وولایت کے ستون پہ قائم ہوئی ہے

یہ ہر امپراطور کو اِسلم او تَسلِم کے چیلنج کے بعد یوں نگل جاتی ہے

جیسے عصائے کلیم ساحروں کے طلسمات کو۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اور بے شک اس میں اولی الالباب کے لیے نشانیاں ہیں

مصلی عبادت سے

مصلی عبادت سے

فجر کے بعد

ایک سر بکف قلم لکھ رہا ہے

تم جتنی سلیپنگ پلز دے سکتے ہو دے دو

یہ قوم یقیناً سو رہی ہے

گہری غفلت کی نیند

انکا وجود سرد ہو چکا جیسے موت زدہ

کیونکہ ان کو بیداری سے نفرت ہے

ورنہ جن کے پاس ایسا نظریہ ہو جو زمانہ بدل سکتا ہے

جو دنیا کے ہر بشر کا مقدر بدل سکتا ہے

جو بہشت بدر کیے گے انسان کی تاریخ سے شروع ہوا

وہی جس کی تحریک سب نبیوں وصیوں نے چلائی

ان سب کا ماحصل

افلاطون بھی عالم برزخ سے دیکھ رہا ہے

اپنے مدینہ فاضلہ کے خواب کی تعبیر کی راہ

قابیل سے آج تک دیے گے لہو کا مدعا وہی تو ہے

مگر ہم کو کیا بلکہ مجھے کیا

میری روزی روٹی چلنی چاہیے

میں وہ قوم ہوں

جو غفلت کی نیند میں مبتلا ہے

اور اسے نیند میں چلنے کی بیماری ہے

ایسی بیماری کہ سمجھ رہے ہیں جاگتے ہیں

انکی میراث ہے وہ نظریہ

جی وہی مھدویت

جس کی بدولت یہ کل یگ سکھ یگ میں بدل سکتا ہے

بابا اقبال تسی ٹھیک اکھیا سی

ستیزہ کار تو ازل سے تا امروز

چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

مگر یہاں چراغ کی بتی ہی گیلی ہے

کیا جلے گی

تیل تو چراغ کے منہ منہ آگیا

مگر ہائے

اب تو نہ جانے کون سا نم چاہیے

اس بانجھ فکری میں مھدویت سے تمسک کا حمل ٹھہرانے کے لیے

یا پھر ان ارتدایوں کی جگہ

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبو ھم ویحبون

کی سنت چلے گی

جاگ جاو

تمہارے پاس صور اسرافیل سے زیادہ طاقت ور چیز ہے

یہ دھرتی بدل سکتی ہے واقعی سوہنی دھرتی ہو سکتی ہے

سسکتی بلکتی انسانیت کو ہوس بازوں سے تمھی بچا سکتے ہو

یہ زہر ہلاہل جو انسانیت کی رگوں میں

سلو موشن میں ڈالا جا رہا ہے

اے مھدویت کے نام لیوا

اسکا تریاق فقط تمہارے پاس ہے

بشرطیکہ تم خود زہر خورہ سو تو نہ رہو

بلکہ جاگ جاو

امام علیؑ کا کمانڈو لشکر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام علی ع کے دور حکومت میں آپکی تشکیل کردہ خفیہ فوج شرطۃ الخمیس سے حضرت علی کے ساتھ ہمیشہ رہنے والا وہ خفیہ مسلح جانباز گروہ مراد ہے

جو ہر جگہ حضرت علی کی حکومتی امور میں مدد کرتا تھا۔ یہ جماعت جنگوں میں امام کی ہمرکابی کے علاوہ امن کے زمانے میں اجرائے حدود الہی، شہروں کی حفظ وامنیت، آپ کی حفاظت اور جنگ کیلئے افرادی قوت کو جمع کرنے کے فرائض انجام دیتا تھا۔

یہ ایک نہایت جانثار و پنہاں لشکر تھا جس نے بقول اصبغ بن نباتہ جنت کے بدلے جان دینے تک وفاداری کی شرط پہ امیر المومنین ع کی بیعت کی تھی۔

شیخ مفید رہ نے اختصاص شرطۃ الخمیس میں 6000 افراد کی تعداد نقل کی ہے جو شرطۃ الخمیس کے ارکان تھے اور جنگ کرنے سے لے کر مرنے تک تیار رہتے تھے اور حضرت علی ع انکی بہشت کے ضامن تھے۔

طبری نے انکی تعداد 40 ہزار بتائی ہے اور ابن سعد نے انکی تعداد حضرت علی ع کی شہادت کے بعد 12 ہزار بیان کی ہے۔

شرطۃ الخمیس کی بعض خصوصیات تھیں جیسے خفیہ رهنا، ہمیشہ مسلح رہنا، ہر وقت امام علی ع کے ساتھ رہنا اور تیار رہنا۔

یہ افراد جنگوں میں ہراول دستہ ہوتے تھے۔ ہمیشہ اور ہر وقت تیار اور فرمان امام کو بجا لانے کیلئے مستعد رہتے اور امام کے فرمان کے نافذ العمل کرنے میں ذرا برابر تاخیر و تعطل سے کام نہ لیتے تھے۔

خفیہ لشکر ہونے کی وجہ سے شرطہ الخمیس کے افراد کے ناموں میں سے صرف چند کے نام شیعہ سنی منابع میں ذکر ہوئے ہیں: مقداد، عمار یاسر، ابو سنان انصاری، ابو عمرو انصاری، سہل بن حنیف، عثمان بن حنیف، جابر بن عبد اللہ انصاری، حکیم بن سعید حنفی (ابویحیی)، عبد اللہ بن یحیی حضرمی، سلیم بن قیس ہلالی، عبیدہ سلمانی مرادی، یحیی حضرمی، قیس بن سعد، اصبغ بن نباتہ و نعیم بن دجاجہ علیہم الرضوان

شرطہ الخمیس کی فضیلت میں امام علی علیہ السلام نے فرمایا: تم سے پہلے بنی اسرائیل میں یہ گروہ موجود تھا جنہوں نے شرطۃ الخمیس کا معاہدہ کیا تھا اور ان میں سے کوئی بھی شہادت کے درجے پر فائز نہیں ہوا مگر یہ کہ وہ قوم کا پیغمبر، شہر کا پیغمبر یا اپنے نفس کا پیغمبر تھا۔ تم انہیں کی منزلت رکھتے ہو مگر اس فرق کے ساتھ کہ (خاتم النبیین ص کی بعثت کے بعد اب کوئی نبی نہیں ہوگا اور اس لیے) تم گروہ انبیا میں سے نہیں ہو.

عبد اللہ بن یحیی حضرمی کو جنگ جمل میں امام علی ع نے فرمایا

اے عبد اللہ میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ تم اور تمہارے والد دونوں حقیقی طور پہ شرطۃ الخمیس کا حصہ ہو اور میں نے تمہارا نام اور تمہارے والد اور شرطۃ الخمیس کے ارکان کے نام رسول اللہ ص سے سنے ہیں۔

اے بابائے مومناں

اے بابائے مومناں اے بابائے یتیماں

اے میرے پیارے بابا جان

کاش میں آپکے روبرو ہوتا

اور اپنی اس خوشی کا اظہار کرتا جو میرے دل میں آج ہے

مگر افسوس کہ میں اس قابل نہیں کے دوطرفہ گفتگو کر پاؤں

خیر ! آج آپکا برتھ ڈے ہے اور میں بہت خوش ہوں

ہیپی برتھ ڈے مولاع

آپکا ایک گنہ گار بیٹا: احمد فاطمی

ایٹم بم

مھدویت

جو ہمارے اسپیکرز حضرات نے

میٹھا

سوفٹ

یمی سالولی پاپ بنا کر ہم کو پیش کیا

کیا ایسا ہی ہے؟

ایک امام جو موعود موجود ہے

وہ آئیں گے

زمین پہ عدل برپا ہو گا

سب اسکے منتظر ہیں

سب

نہیں جناب

ایسا نہیں ہے

یہ غلط فہمی ہے

بات اتنی سیدھی سادی بھی نہیں

مھدویت ایک ایٹم بم ہے

آج یہ جو جو ہو رہا ہے نا

زمین کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک

سب کے پیچھے یہی راز ہے

کوئی نصرت کے نام پہ

کوئی منصوریت کے نام پہ

کوئی عداوت میں

کوئی رقابت میں

پرابلم از سیریس مین!

ٹرمپ کو پاگل کر ڈالا ہے اس نے

بسیجی جوانوں کے لیے موت کو شہد سے زیادہ شیریں کر دیا

یہ خمینی کو اکسانے والا نظریہ کون سا تھا

یہ خامنہ ای کے خلاف ہر چال ناکام کیوں ہوتی ہے

کون سا آب حیات کا چشمہ ہے

جو انکے انقلاب اور انقلابیت کو مرنے نہیں دیتا

زہر دے دے کر زہر ساز بھی اکتا گے ہیں

ایسے ہی تو ابلیس نے اپنی مجلس شوریٰ میں نہیں کہا تھا کہ

الحذر دین پیمبر ص سے سو بار الحذر

وہ راز یہی تو ہے

جگہ جگہ مھدی

اٹھ رہے ہیں

یا اٹھائے جا رہے ہیں

اور انسانیت اس عورت کی طرح ہو چکی ہے

جو حاملہ ہو اور پیاس سے جان بلب

یہ مھدیون کاذب کے پیچھے جو تعداد ہے

یہ پیاسی تھی

چالاک مذہبی بیوکریسی نے

انکو منرل واٹر کے نام پہ گٹر کے پانی کے گلاس بھر کے دے دیے

اور ہم پاکستان میں

آل از ویل کا راگ گا رہے ہیں

بس

دعائیں پڑھو

عریضے لکھو

شاعریاں کرتے جاو

جیسے امام من اللہ نہ ہو

راجہ وجے پال ہو

جو ان خوشامدی حرکتوں سے خوش ہو گا

سوچیے

چاروں طرف نظر ڈالیں

اور خود کو دیکھیں

ہم نے کس کھاتے میں ڈال رکھا ہے

ہوش کریں

اس سے پہلے کے لیٹ لطیف کہلائے جائیں

ختم شد!